واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا
اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو
(آل عمران ۱۰۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایما رجل قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہا احد ھما
جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے وہ کفران دونوں میں سے ایک پر پڑتا ہے
(حدیث متفق علیہ)

تحفظ ختم نبوت کا حقیقی داعی واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ

چودھویں صدی

دہلی

مدیر
ممتاز عالم

مدیر اعزازی
عبدالغفار

میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا۔ (فرمان مجدد صد چہار دہم)

فی شمارہ ۱۰ روپے
سالانہ چندہ۔ ۱۰۰ روپے بیرون ملک ۱۰ پونڈ۔ ڈالر امریکن ۱۲ ڈالر

جلد نمبر ا	جنوری ۲۰۰۱ء مطابق شوال ۱۴۲۱ھ	شمارہ نمبر ۱۱

اس شمارے میں

۱۔ اداریہ
۲۔ مادیت اور اخلاق و روحانیت کی جنگ
۳۔ ماں باپ کا مرتبہ
۴۔ حضرت مولانا محمد علیؒ کے علمی کمالات
۵۔ احکام اسلام میں نماز کی اہمیت
۶۔ حرم کعبہ کے ناظم اعلیٰ کا بیان
۷۔ تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم
۷۔ آخری زمانہ میں دجال صفت قوموں کا خروج
۸۔ فرائض اسلام میں نماز کی اہمیت
۹۔ حضرت مرزا صاحب علماء اور دانشوروں کی نظر میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات طیبہ

دُنیا کے معاملات میں انسان کس قدر جانی و مالی دکھ اٹھاتا ہے اور قسم قسم کی ذلتوں میں اپنے تئیں ڈالتا ہے۔ تاکہ دُنیا کا کام ہو جائے۔ پھر کس قدر افسوس ہے کہ ایک ابدی حاکم کے سامنے دُکھ اٹھانے سے گریز کرے اور اس کا مقرب ہو جانے اور ابدالآباد کی راحت پالینے کے لئے مصیبتوں اور ذلتوں سے پرہیز کرے، افسوس نادان انسان پر، یہ دُنیا اور اس کی چند روزہ راحتوں اور خوشیوں کے حاصل کرنے کے لئے ہر دکھ اور مصیبت اٹھانے کے لئے تیار مگر خدا کے واسطے کسی دکھ کا اٹھانا اس کے لئے وبال جان! یہ وقت ہے کہ انسان عاقبت کی فکر کرے۔ موت کا کوئی وقت اس کو معلوم نہیں کہ کس وقت آجائے گی۔ یہ عجیب غفلت کا پتلا ہے کہ موت جیسی یقینی اور ضروری چیز سے ایسا غافل ہے کہ گویا اس کو کبھی مرنا ہی نہیں۔

خدا پر ایمان پیدا کرو۔ وہ ایمان جو آخر اطمینان اور سکینت کا موجب بنتا ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ تمہاری عمر دراز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مؤمن کی زندگی بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ نفع رساں وجود ہوتا ہے۔

پس دُوسروں کو فائدہ پہنچاؤ کہ تمہاری زندگی کے دن دراز کئے جائیں۔

"واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض"

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

قارئین حضرات السلام علیکم رحمتہ اللہ وبرکاتہ'

دنیا میں پہلے انسان کی تخلیق کے بعد ہی اللہ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے واسطے سلسلہ نبوت کا آغاز ہوا۔ بندہ کی اپنے رب سے پہچان' خالق سے مخلوق کا رشتہ جوڑنے کے لئے۔ وقتاً فوقتاً انبیاء رسل اور دیگر بزرگ مقدس ہستیاں آتی رہی ہیں۔ توحید کے بعد عقیدہ رسالت کی شریعت اسلامی میں بنیادی حیثیت ہے گویا توحید و آخرت کی اہم درمیانی کڑی عقیدہ رسالت ہے بلا شبہ سلسلہ ہدایت خداوندی یعنی سلسلہ رسالت کی آخری کڑی احمد مجتبٰی محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں اور شریعت محمدی آخری اور مکمل شریعت ہے اب کسی نئی شریعت کی یا رسول کی قطعی ضرورت نہیں ہے اس موضوع پر قرآن و حدیث اقوال صحابہ و بزرگان دین، مجددین کے ملفوظات و تعلیمات میں بالوضاحت روشنی ڈالی گئی ہے۔ یوں ختم نبوت کا عقیدہ متفق علیہ ہے تاہم مسلمانوں میں ختم نبوت کے ساتھ عیسیٰ ابن مریم کی آمد ثانی کا عقیدہ بھی پایا جاتا ہے پھر اس میں بھی علماء مختلف الرائے ہیں ایک فریق کے نزدیک مسیح ابن مریم بحیثیت نبی کے آئیں گے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ نہیں عیسیٰ ابن مریم جو کہ چوتھے آسمان زندہ ہیں وہ آئیں گے تو ضرور لیکن شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے پھر وفات پائیں گے وغیرہ وغیرہ حالانکہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی تیس آیات سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات حضور ﷺ کی بعثت سے قبل ثابت ہو رہی ہے درحقیقت عقل کا بھی تقاضہ ہے اور ایمان کا بھی کہ وفات مسیح پر ایمان لا کر ہم ختم نبوت کے عقیدہ کو مکمل و مستحکم کر سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ کار نبوت یا نبی آخر الانبیا کا مشن باقی ہے۔ جسے امّت کے برگزیدہ افراد چلاتے رہیں گے تجدید و تبلیغ دین اس کا دوسرا نام ہے۔ یہ بات بالکل غیر عقلی و غیر منطقی ہے کہ وہ دین جو مکمل ہو چکا ہے۔ آخری نبی محمد ﷺ کی آخری نبوّت کا اعلان ہو چکا ہو اور پھر ان کی مشن کو پورا کرنے یا امّت کی رہنمائی کے لئے اللہ کی سنت کے خلاف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے رسول کو دوبارہ دنیا میں نبی کامل کی امت کی رہنمائی کے لئے دنیا میں بھیجا جائے۔ جب کہ احادیث صحیح میں اس تجدیدی مشن کیلئے مجدد کی آمد کا واضح ذکر موجود ہے۔ منصب مجدّد بعثت مجدّد کے لئے ارشاد نبوی موجود ہے۔

"اللہ تعالی ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو معبوث کرتا رہے گا جو تجدید دین کرے گا" (ابو داؤد۔ راوی ابو ہریرہ)

ہر صدی کے سرے پر مجدّد کی آمد دراصل کی کار نبوت بجالانے کے لئے ہی ہے۔ اور چودھویں صدی ہجری کے سرے پر فرد واحد حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں جنہوں نے مجدّد وقت کا دعویٰ عالم اسلام کے سامنے پیش کیا اور اسی دعویٰ مجدّدیت کو انہوں نے اپنا اصل اور اہم دعویٰ مانا ہے۔ تجدید دین کے مشن کے سلسلہ میں بانی جماعت احمدیہ جماعت کی بڑی اہم خدمات ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے نام بعض غالی معتقدین کی بدولت داعی اسلام کے تجدیدی مشن کو سخت دھکا لگا ہے۔ جو اجرائے نبوت کے موقف پر آج بھی قائم ہیں قادیانی جماعت جس کا ہندوستان میں صدر مقام قادیان (پنجاب) ہے پاکستان میں مقام ربوہ ہے۔ اور بالعموم مسلمانان عالم قادیانی جماعت اور قادیانیت کو احمدیت کا علمبردار اور حقیقی نمائندہ سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔ قادیانی حضرات صرف خاندان حضرت مسیح موعود سے محبت و عقیدت رکھنے اور غلو پسندانہ اعتقاد کی وجہ سے آپ کو مدعی نبوت ٹھہرانے پر مصر ہیں ورنہ تو حضرت مرزا صاحب کی تحریریں پکار پکار کہہ رہی ہیں کہ آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا صریح کذب باطل۔ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے یہ سب مرزا صاحب کے اپنے الفاظ ہیں انہوں نے دعویٰ نبوت کے الزام کو سراسر افترا' جہالت حماقت اور حق سے خروج کہا ہے۔ مسلمان علماء اور مکفرین کاش اس مسئلہ پر از سر نو غور کریں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا قیام محض اسی وجہ سے عمل میں آیا تھا چونکہ مجدّد صدی چہاردہم کے اوّل جانشین خلیفہ اوّل حکیم مولانا نورالدینؒ صاحب کی وفات کے بعد مرزا محمد بشیر الدین محمود احمد صاحب کی بدعقیدگی مسئلہ کفر و اسلام اور مسئلہ اجرائے نبوت کے خطرات کو بھانپ کر حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کو قادیان سے ہجرت کرنا پڑی تھی اور خلافت کے مسئلہ کو اہمیت دیتے ہوئے مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ دوم بنائے گئے اور حضرت مرزا صاحب کے روحانی مشن پر ان کی ڈکٹیٹر شپ قائم ہو گئی اور احمدیت کی غلط ترجمانی کی جانے لگی جو عامتہ المسلمین کے عقائد کے بھی خلاف ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بانی جماعت احمدیہ نے اتحاد امّت کے استحکام کے

پیش نظر کلمہ گو اور اہل قبلہ کو مسلمان کہنے پر زور دیا چونکہ اختلافات تو امت میں تاریخ اسلام کے اوّل دور میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن اس دور تکفیر بازی سے احتراز کیا گیا ہے تا کہ اسلامی اتحاد کمزور نہ پڑے اور مخالفین دین کو غلبہ اسلام کے راستے میں نقصان پہنچانے کا موقعہ نہ ملے اتحاد اسلامی اگر پارہ پارہ ہوتا ہے تو لازماً اسلام کمزور ہوتا ہے۔

آج دور حاضر، میں اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی ترقی احمدیت کی تعلیم میں مضمر ہے۔ پہلے سے کہیں زیادہ آج امت مسلمہ میں مجدد صد چہار دہم کے نظریات وخیالات کی اشد ضرورت ہے۔ احمدیت نے اعتدال کا راستہ پر چلنے کی تلقین کر کے خالص سنت نبوی کو اختیار کیا۔ اسلامی رواداری کا عملی نمونہ حضرت مرزا صاحب اور ان کے معتقدین کی زندگیوں میں ملتا ہے۔ دین کی تبلیغ کے معاملہ میں عمدہ انداز گفتگو اور حکمت اختیار کرنے کا حکم قرآن مجید میں ہے اسکو جدید دور میں عملی ڈھنگ سے احمدیہ جماعت نے پیش کیا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اسی قرآنی جذبہ سے سرشار ہو کر حضرت مرزا صاحب کے صف اوّل کے مرید حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے ووکنگ مشن لندن میں قائم کیا اور وہاں قائم شدہ مسجد سے اسلامی تبلیغ کا آغاز کیا۔ خواجہ صاحب کے عام لیکچر اور آپ کے خطبات یا آپ کی عیسائیوں، یہودیوں بودھوں یا فلسفیوں بلکہ دہریوں سے گفت وشنید کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ہمیں اسلام کی عظمت کا گہرا احساس اور اس کی سربلندی کا زبردست جذبہ ان کے الفاظ اور فقروں میں جھلکتا نظر آتا ہے۔ ادھر حضرت مولانا محمد علی لاہوری مرحوم کی تحریر عشق نبوی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ سلسلہ احمدیت کے یہ دونوں ستون تحفظ ختم نبوت کے زبردست علمبردار تھے۔ جبکہ حضرت مرزا صاحبؒ اور خلیفہ اوّل حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کی وفات کے فوراً بعد غالی مریدین خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہم عقیدہ ہو گئے یعنی وہ مسئلہ خلافت، عقیدہ تکفیر المسلمین (یعنی احمدیوں یا قادیانیوں کے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کو کافر جاننا) اور عقیدہ اجرائے نبوت (یعنی نبوت جاری رہنے کا عقیدہ کے تحت حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے قائل ہو گئے۔ اور یہ جماعت قادیانی جماعت کہلائی اور حضرت مولانا محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحبان کی مخالفت کو انہوں نے اپنا مشن بنایا جبکہ حضرت مرزا صاحب کے مشن کے لئے انہوں نے اپنا مال ہی نہیں بلکہ سب کچھ قربان کر دیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے **النبوۃ فی الاسلام** جیسی لاجواب کتاب میں ختم نبوت بیان کر کے مخالفین کو مجبور کر دیا کہ وہ احمدیت کے تعلق سے لکھتے وقت قادیانیت اور احمدیت میں امتیاز قائم کرسکیں۔ حضرت مرزا صاحب پر مخالفین کے اعتراضات اور شکوک کو احسن طریقہ سے رفع کیا۔ حضرت صاحب کی مجددیت کی ضرورت اور اہمیت پیش کی تا کہ حضرت مرزا صاحب پر لگائے گئے غلط الزام یعنی دعویٰ نبوت کا قلع قمع کیا جا سکے اور یہ ثابت کیا کہ دیگر مسلم فرقوں کی طرح جماعت احمدیہ بھی ایک فرقہ ہے جسکی تعلیم قرآن وسنت اور بزرگان دین کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ اصل میں مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنے والے مسلمانوں میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو خود کتابیں پڑھ کر اور سمجھ کر دیدہ دانستہ اس الزام کے قائل ہوں بلکہ کثیر تعداد ان میں ایسے لوگوں کی ہے جو ناواقفیت اور اعلیٰ تعلیم کے باوجود محض رسم ورواج تقلیدی رنگ، دنیاوی دھڑے بندی اور طرح طرح کی مجبوریوں یا پابندیوں کی وجہ سے اس الزام کے انتساب میں شمولیت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اگر قادیانی جماعت حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو خواہ مخواہ کا بناوٹی نبی ماننا اور مدعی نبوت کہنا چھوڑ دے تو مسلمان عوام کی طرف سے احمدیت کی مخالفت ہی میں تخفیف اور نقطہ نظر میں خوشگوار تبدیلی کی قوی امید کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

کلام مسیح موعود (اردو)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں   دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں   خاک پائے احمد مختار ہیں
وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

(فارسی)

ما مسلمانیم از فضل خدا   مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام   ہر نبوت را بروشد اختتام
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

مادیت اور اخلاق و رُوحانیت کی جنگ، امن و سلامتی کا راستہ

مشرق وسطی ہو یا برصغیر پاک و ہند، افریقہ کا کوئی ملک ہو یا مغربی دُنیا کا کوئی خطہ، اس وقت ہر جگہ اضطراب و بے چینی کا دور دورہ ہے۔ ہر قلب بے اطمینانی و عدم سکون کا شکار ہو رہا ہے۔ اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ ازمنہ گذشتہ کی نسبت عصر حاضر میں بے نظیر ذہنی و مادی ترقی ہوئی ہے، خوشحالی کے ایسے ایسے سامان میسر آئے ہیں۔ جو کبھی خواب و وہم میں بھی نہ آسکتے تھے۔ مگر باوجود اس کے قلوب سے امن و چین مفقود ہو رہا ہے، قومی اور بین الاقوامی سطح پر بھی ہر طرف خوف و ہراس اور بے اطمینانی و گھبراہٹ کے سیاہ بادل منڈلا رہے ہیں۔ ایسی خارق عادت ترقی و خوشحالی کے باوجود پھر ایسی عالمگیر بے امنی و اضطراب کیوں؟ ہر دم دل کی دھڑکن کے یہ خطرات کس لئے؟ امن و سلامتی اور ترقی و خوشحالی دونوں در حقیقت لازم ملزوم صفات ہیں کیونکہ امن کے بغیر ترقی ممکن نہیں اور ترقی کے نتیجہ میں امن و عافیت کا ہونا لازم آتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان میں باہم تعاون برقرار رکھا جائے۔ بقائے باہمی کے اصول کے مطابق نہ تو ترقی کی خواہش اور دوڑ ایسی تیز ہو کہ جس سے قلبی امن و سکون برباد ہو جائے نہ ہی سلامتی و عافیت کا مطلب یہ ہو کہ جس سے جمود بے حسی اور بے حرکتی پیدا ہو۔ جب تک ان ہر دو انسانی صفات کو مناسب جگہ و مقام اور موزوں اہمیت دی جاتی ہے تب تک ان میں اعتدال و توازن قائم رہ کر ایک طرف امن و سلامتی اور دوسری طرف ترقی و خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ لیکن جب توازن کا پلڑا ایک طرف یا دوسری طرف جھک جاتا ہے تو یہی توازن کے مفقود ہو جانے سے فساد و خرابی کا واقع ہو جانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

انفرادی رنگ میں یہ حقیقت ایسی ہی صحیح و درست ہے جیسی قومی سطح یا بین الاقوامی میدان میں۔ اگر کسی فرد میں ترقی کی خواہش حد سے زیادہ بڑھ جائے یا اس کے سعی و جہد میں ایسا اضافہ ہو۔ جس کی اجازت گرد و پیش کے حالات نہ دیتے ہوں۔ تو ظاہر ہے کہ یا تو وہ اپنی ذہنی توازن کھو بیٹھے گا یا اس کا جسم کسی مرض کا شکار ہو جائے گا۔ قومی پیمانہ پر بھی یہی اصول صادق آتا ہے۔ اگر افراد اپنے ہمعصروں کے حقوق سے بے پرواہ ہو کر اگر ان کو بے محابہ روندتے ہیں چلے جائیں تو بالآخر قومی امن و سکون قائم نہ رہ سکے گا۔ بین الاقوامی میدان میں بھی یہی کچھ پیش آتا ہے جب کوئی مقام اپنی ترقی و خوشحالی کا مطلب یہ سمجھتی ہے کہ اسے دوسری ہمسایہ اقوام کے منصفانہ حقوق سے بے نیاز ہو کر اس راستہ میں ایسی ترقی یا توسیع پسندی کی جارحانہ پالیسی اختیار کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ اس خطہ یا ملک سے امن و سلامتی مفقود ہو جاتی ہے اور اُن کے فقدان کے سبب خود توسیع پسند قوم یا ملک کی ترقی و خوشحالی بھی نہ صرف رک جاتی ہے بلکہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ گویا جس طرح ذہنی عدم توازن کا نتیجہ بالآخر فرد کی خودکشی کی صورت میں نکلتا ہے یہی حالت قومی اور عالمگیر سطح پر ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

اسرائیل اور عرب اقوام میں تصادم و خونریزی جاری ہے۔ اسرائیل نے اقوام متحدہ کے فیصلوں سے انحراف اور توسیع پسندانہ عزائم پر عمل پیرا ہو کر کونسی ترقی و خوشحالی دیکھ لی یا آئندہ کے لئے اسے ان کی توقع ہے؟ پہلے زمانوں کی لڑائیوں کی نسبت موجودہ زمانہ کی جنگوں پر تو یہ مقولہ نہایت نمایاں رنگ میں صادق آتا ہے کہ جس فریق نے شکست کھائی وہ بھی ہارا اور جس نے فتح حاصل کی وہ بھی یکسر خسارہ میں رہا۔ اس حالت میں جب کہ دونوں متحارب فریق کی تباہی و بربادی یقینی ہے کونسی دانشمندی و ترقی پذیری کا تقاضا ہے کہ خودکشی کے ایسے اقدامات پر اصرار کیا جائے، مگر انصاف و حق پسندی کی مسلمہ انسانی اقدار کے اصولوں پر عمل پیرائی نہ کی جائے۔ کیا یہ از حد تعجب کی جگہ نہیں کہ چودھویں صدی کا انسان جو ذہنی نشو و نما میں ترقی کے باعث چاند پر پہنچ گیا ہو۔ انسانی و اخلاقی اقدار کے معاملہ میں اس قدر جاہل و وحشی واقع ہوا ہے۔ ایسے وسیع پیمانہ پر خونریزی و بربادی کے منصوبوں پر عامل ہے جن کے مہلک نتائج سے اس کی اپنی قوم و ملک بھی محفوظ نہیں! ترقی و خوشحالی کے یہ کون سے نظارے ہیں۔ جہاں متحارب فریقوں کے شہروں اور آبادیوں کو نیست و نابود اور تہس نہس کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی۔ کیا یہی وہ کمال تہذیب و تمدن ہے۔ جس پر فخر کیا جاتا ہے۔ کیا اسی کو معراج ترقی و خوشحالی کے خوشنما الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب تک انسانی خوشحالی اور ترقی برتری کے لئے مادیت پر قابض ہونے میں سبقت اختیار کرنے کا نظریہ اور کمزوروں کے منصفانہ حقوق کو پامال کرنے کی خود غرضانہ ہوس کے جذبات قوموں میں موجزن ہیں۔ تب تک دنیا میں امن و سلامتی کو تلاش کرنا موہوم امید ہے۔ یورپ میں دو عالمگیر

جنگوں سے جو عظیم بربادی فاتح و مفتوح اقوام دونوں پر آئی اس سے مغربی اقوام کو شاید اتنا سبق تو حاصل ہو گیا ہے کہ یہ اقوام اب مغربی ملکوں میں باہم جنگ جوئی سے گریزاں ہیں۔ اب ان اقوام نے اپنے تصادم و آویزش کیلئے ایشیا اور مشرق کو تختۂ مشق بنایا ہے۔ لیکن آخر یہ کب تلک۔ یاجوج اور ماجوج کا باہم براہ راست تصادم ہو کر ہی رہیگا یا پھر مشرق میں بھی یہ ایسے فساد و فتنۂ عظیم بپا کرنے سے باز آئیں گے۔ خدا تعالیٰ کے زور آور حملوں سے بالآخر ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ مادیت کے نظریات کی بجائے انسانی واخلاقی اقدار کے نظریات کو تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔ ہمارے دین کے لفظی معنی بھی امن و سلامتی کے ہیں اور اس نے جو نظریۂ حیات دیا ہے وہ مقدم طور پر خدا کے قوانین کی فرمانبرداری اور انسانوں کی باہمی سلامتی و خیر خواہی پر قائم ہے۔ جس نے ترقی و خوشحالی کو امن و سلامتی کی برقراری پر موقوف و منحصر کیا ہے۔ مادیت اور اخلاق و روحانیت کی اس وقت درحقیقت ایک جنگ ہو رہی ہے۔ دین نے ان کا باہمی متوازن و معتدل ایک امتزاج پیش کیا ہے جس سے دین و دنیا دونوں کو ہم آہنگی و مطابقت اور ترقی حاصل ہوتی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ترقی و خوشحالی کی رفتار کو انصاف و عدل اور ہمسایہ کے حقوق کے ماتحت کرنے کا حکم دیا ہے پس اگر آج امن کی تلاش انفرادی، قومی یا بین الاقوامی سطحوں پر مقصود و منظور ہو تو وہ دین کی تعلیم کے سوائے اور کہیں نہیں مل سکتی یہی وہ دینِ حقہ ہے جو ہر معاملہ میں توازن اور اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دیتا ہے، جو انتہائی نظریات کا مخالف اور ان میں انسانی بربادی کو دیکھتا ہے اور ان راہوں سے بچنے و محفوظ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ اس عظیم نظریۂ حیات کو قرآن کریم نے پنجوقتہ نمازمیں سورۃ فاتحہ کی بے نظیر دعا کی صورت میں دہرانے کا حکم دیا ہے۔

صراط مستقیم دو انتہائی و متضاد راستوں کے مابین ایک درمیانی وسط کی راہ ہے۔ جو ہر معاملہ میں ہر قسم کی افراط و تفریط کی متضاد راہوں سے پاک ومبرّا اور توازن واعتدال کے پہلوؤں کو لئے ہوئے جملہ انسانی اقدار کو ان کی مناسب اہمیت و قدر کے پیش نظر ان کو صحیح مقام و درجہ دیتا ہے۔ ترقی اور مسابقت مفاد کی دوڑ میں بھی دین کا نظریۂ حیات یہی ہے۔ کہ امن و سلامتی، عافیت و صلح کاری کی راہوں کو بہر حال مقدم رکھا جائے۔ وگرنہ انہیں نظر انداز کر کے جو ترقی روا رکھی جائے گی انجام کار وہ ترقی معکوس اور ہلاکت و بربادی کا موجب ثابت ہو گی۔

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ☆ بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ☆ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

(ماخوذ پیغام جلد ۳۷ شمارہ ۳)

ماں باپ کا مرتبہ

”اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی۔ اے ہمارے رب دعا کو قبول فرما۔ اے میرے رب مجھے بخش اور ہمارے ماں باپ کو بخش اور مومنوں کو بخش جس دن حساب کا دن قائم ہو“

’یہ دعا حضرت ابرہیم علیہ السلام نے نماز میں تمام عمر پڑھی ہے۔ اور یہی دعا امت مسلمہ میں بالعموم نماز میں پڑھی جاتی ہے یہی دعا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تمام عمر نماز میں پڑھی ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس دنیا کی نصف سے زیادہ آبادی یعنی عیسائی۔ یہودی اور مسلمان راست باز پیغمبر تسلیم کرتی ہے۔ ان کو قرآن میں خلیل یعنی اللہ تعالیٰ کا پیارا بھی کہا ہے۔ یہ جب بارگاہ خداوندی میں نمازی بننے کی دعا کرتے ہیں تو اپنی اولاد کو اس دعا میں شامل کرتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت مانگتے ہیں تو اپنے ماں باپ کو اس دعا میں شامل کرتے ہیں۔ اور اپنی اولاد کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور مومنوں کو شامل کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اگر اولاد نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی تو مومنوں میں شامل ہو کر بخشش کی مستحق ہو جائے گی۔ لیکن ماں باپ کے لئے نمازی بنانے کی دعا نہیں کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اولاد ماں باپ کو نمازی بنانے کے لئے مکلف نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماں باپ مسلم نہیں تھے۔ لیکن اپنے بیٹے کی دعا سے وہ یقیناً بخشش کے مستحق ہوں گے اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان پیغمبر اور پیارا ساری عمر اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے دُعا مانگے اور وہ قبول نہ ہو یہ ممکن نہیں ہے چونکہ اللہ تعالیٰ عبث کام نہیں کرتا (قرآن) پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ خود ماں باپ کی بخشش کی دُعا سکھائے اور دُعا قبول نہ ہو۔

اسی طرح محمد رسول ﷺ وآلہ وسلم کے والدین بھی بخشے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ رحمت للعالمین ساری عمر اپنے ماں باپ کے لئے مغفرت کی دُعا مانگیں اور وہ دُعا قبول نہ ہو۔

اس دلیل سے اگر ایک لڑکا مسلم ہو جاتا ہے اور اس کے ماں باپ غیر مسلم ہیں۔ وہ بھی اپنے ماں باپ کو بخشوالے گا۔

☆☆☆

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے علمی کمالات

جنھوں نے مادّیت اور دھریّت کے دورِ ظلمت میں بھٹکتے ہوئے انسانوں کو نورِ یقین سے پُر کر دیا

شیکسپئیر کو انگریزی ادب میں بلا شبہ ایک لاثانی مقام حاصل ہے۔ یہ شاید اسی کا مقولہ ہے کہ "نام میں کیا ہے۔ گلاب کو جس نام سے بھی پکارو اس کی خوشبو ویسی ہی ہوگی۔" کہتے ہیں انسانی نفسیات اور تجربات پہ اس کی بڑی نظر تھی۔ مگر وہ حقیقت نا آشنا اس سے قطعاً بے خبر تھا کہ جب پہلے انسان نے خلیفتہ اللہ کے روپ میں سطحِ ارضی پر قدم رکھا تو اُسے خالق کائنات نے اِن تمام اشیاء کے نام سکھا دئے جو اس وقت اس کے ماحول میں موجود تھیں اور انسانی تجربہ اسی معرفت کی روشنی میں تحقیق و تفتیش کے میدان میں آگے بڑھتا رہا۔ کسی چیز کا نام اس کی شناخت اور خصوصیات ایک دُوسرے کا جزو لاینفک بن گئی ہیں۔ کونین کو شکر کے نام سے پکار کر میٹھا پن کی اُمید رکھنا دھوکا اور خود فریبی ہے۔ اگر نام میں کچھ نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کے دو ناموں احمدؐ اور محمدؐ نے اپنی خصوصیات، صفات اور تاثیرات سے دینا کو جس طرح ضلالت اور گمراہی کی ظلمتوں سے نکال کر آشناءِ رازِ حقیقت کیا ہے اور جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ میرے خیال میں ایسا معجزہ کبھی رونما نہ ہوتا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے کا ذکر کیا آج بھی جس نے اس اسماء گرامی کو اپنا لیا ہے اپنے روئیں روئیں میں سمو لیا اس چشمۂ کوثر سے اپنے خشک لبوں کو تر کر لیا وہ نہ صرف خود زندہ ہو گیا بلکہ اس کا وجود زندہ خدا کی ہستی پر دلیل ٹھہر کر اوروں کے لئے بھی زندگی کا سامان ہو گیا۔

میرے سامنے جب بھی نام "محمد علی" آتا ہے میرے تصوّر کے پردے پر دو عظیم المرتبت شخصیتوں کی تصاویر بڑی نمایاں رنگ میں ابھر آتی ہیں۔ ایک حضرت مولانا محمد علیؒ مرحوم امیر اوّل جماعت احمدیہ لاہور اور دُوسرے حضرت قائداعظم محمد علیؒ جناح۔ ایک میرا دینی رہنما تھا اور دوسرا سیاسی رہنما۔ دونوں کے دل ایک عشق سے زندہ تھے۔ ایک نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے علم و عرفان کے وہ چشمے بہادئے کہ مردہ دلوں کو زندگی کا پیغام دے گئے۔ دہریّت کے دروازے پر دستک دینے والوں کو لوٹ آنے پر مجبور کر دیا۔ شکوک و شبہات میں بھٹکتے ہوئے انسانوں کو نور یقین سے پرُ کر دیا۔ اللہ، محمدؐ اور غلام احمد کی محبت کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن ہو کر وہ بیش بہا موتی اور لعل و جواہر نکال لایا۔ جن کی تابناکی نے یورپ کے فلسفہ اور سائنس کی آنکھیں چکاچوند کر دیں۔ اسلام اور بانیٔ اسلام کی دنیا کے سامنے وہ تصویر پیش کی جس کے حُسن دلآویز نے سینکڑوں دل موہ لئے۔ بے باک زبانیں بند ہو گئیں۔ اور وحشی انسانوں کا اسلام ایک ایسی تہذیب و ثقافت کا گہوراہ دکھائی دینے لگا جس نے مغرب کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی سے روشناس کرایا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ نام دو ناموں سے مرکب ہے۔ ایک مدینة العلم تھا اور دوسرا اس کا دروازہ اور اس کی تربیت بھی مدینة العلم کے ایک شاگرد کے ہاتھوں میں ہوئی۔

میرے سیاسی رہنما نے شب و روز کی ان تھک محنت، شدید جدو جہد اور کاوش سے تین مخالف قوتوں انگریز، ہندو اور خود کانگریسی مسلمانوں کا اپنی سیاسی بصیرت اور قوت ایمانی سے مقابلہ کر کے مسلمانوں کے لئے ایک ایسا ملک حاصل کیا جہاں وہ اپنی تہذیب، ثقافت اور روایات اسلامی کو زندہ کر کے آزادی سے نظریہ اسلام کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ ملک تو بن گیا لیکن ان کا یہ خواب آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا بلکہ بدقسمتی سے رسم یہ چل نکلی ہے کہ کیسے لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھنے والوں کو ان کے اس استحقاق سے محروم کیا جائے کہ وہ اپنے آپ کو قرآن اور حدیث کی تعریف کے مطابق مسلمان کہلائیں۔ پاکستان کا دنیا کے نقشے پر ایک نئے ملک کی صورت میں نمودار ہونا بھی میرے خیال میں اسی نام میں پنہاں خفیہ قوتوں کا مرہون منّت ہے۔ محمدؐ آنحضرت صلعم کا جلالی نام ہے اور علیؓ طاقت اور

قوت کے مظہر ہیں۔

میں نہ تو سوانح نگار ہوں کہ حضرت مولانا محمد علیؒ صاحبؒ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو منظر عام پر لاؤں اس کے لئے "مجاہد کبیر" موجود ہے۔ اور نہ ہی کوئی نقاد ہوں کہ علم وادب کے اس سرمائے پر تنقیدی نگاہ ڈال سکوں جو آپ کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ آپ کی نوک قلم سے نکلے ہوئے کسی ادبی پارے کو بطور تحفہ قبول کرنے والا جب پیش کرنے والے کے ہاتھ چوم لے تو اس سے بڑھ کر اور کیا داد تحسین دی جا سکتی ہے۔ اس پر تو سینکڑوں غیروں اور اپنوں کی رائے موجود ہے۔ مجھ جیسا انسان جس کا دامن علمی لحاظ سے بڑا کوتاہ ہے اس پر رائے دینے کی کیا جرأت کر سکتا ہے۔ میں یہی جانتا ہوں کہ وہ جماعت احمدیہ لاہور کے صدر اور امیر تھے۔ میں نے آپ کے متعلق کچھ سنا ہے۔ کچھ دیکھا ہے اور کچھ پڑھا ہے۔

سنا اور پڑھا کیا ہے؟ یہی کہ اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں اعزازات کے ساتھ حاصل کر لی ہیں۔ عنفوان شباب ہے۔ تمناؤں اور آرزوؤں کی وسیع دنیا سامنے ہے۔ اعلیٰ مراتب پر پہنچنے کے مواقع بھی موجود ہیں اور دل میں خواہش بھی چٹکیاں لے رہی ہے۔ عملی زندگی میں قدم رکھنے ہی والے ہیں ۔ کوئی کشش۔ کوئی نامعلوم طاقت کشاں کشاں کوچہ محبوب میں پہنچا دیتی ہے۔ وہ ہمیشہ نیچی نگاہ والی نگاہ مقدس یکبارگی اٹھ کر قلب وجگر کی دنیا میں ہل چل مچا دیتی ہے۔ دنیا کی آرزوئیں اور تمنائیں خاکستر ہو جاتی ہیں۔ اپنا سب کچھ اپنے محبوب کے قدموں میں ڈال کر وہیں کے ہو رہے۔ مرد مومن کی ایک نگاہ سے تقدیر بدل گئی۔ تقدیر کیا بدلی دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ ایک نئی زندگی مل گئی۔ امام زمانہ کے معجزہ کے ایک نشان ٹھہر گئے۔ جسمانی زندگی کے لحاظ سے بھی اور روحانی زندگی کے لحاظ سے بھی۔ کیا یہ سعادت۔ یہ خوش نصیبی وخوش بختی کچھ کم ہے کہ جس در کے ہو رہے ہیں اسی کی پُر انوار بُرکات چار دیواری میں رہنے کو جگہ مل گئی۔ اپنے مرشد کی ہر وقت کی معیت نصیب ہوئی آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیدہ ودل فرش راہ کئے۔ یہ آرزو رہی کہ کب زبان مبارک سے کوئی الفاظ نکلیں اور میں انہیں اپنے دامن میں باندھ لوں۔ کب کوئی حکم ملے اور میں اس کی تعمیل کروں۔ محمد ﷺ کے کوثر سے پلانے والا یہ بھی ایک عجیب ساقی تھا کہ جسے پلایا اتنا مدہوش ہوا کہ اپنا سب کچھ بھول گیا۔ اس کا چہرہ ہی اس رازداروں کی غمازی کر دیتا کہ یہ اس دنیا کا انسان نہیں۔ حضرت امیر مرحوم ایسے انسانوں میں بھی ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت صاحب نے کسی موقعہ پر فرمایا کہ جو فرشتہ میرے اندر بولتا ہے وہی محمد علیؒ کے اندر بولتا ہے۔ کیا وہی مقام نہیں کہ۔ع

تاکس نہ گوید بعد ازیں   من دیگرم تو دیگری

بیان القرآن کے دیباچہ میں آپ کا اپنا یہ صریح اعتراف موجود ہے کہ

جمال ہمنشیں در من اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اپنے محسن کے احسانات کا کتنا حسین اعتراف ہے اور اپنے عجز وانکسار کا کیسا اظہار، مگر دکھ کی بات یہ ہے کہ اس کے مقام کو اپنوں نے نہ جانا بیگانے کیا پہچانیں گے۔ ہاں اس ملک سے باہر کسی وطن میں چلے جایئے یورپ، امریکہ، افریقہ... آسٹریلیا ہو یا کوئی اور ملک آپ کو کہیں نہ کہیں کوئی ایسا قدر شناس انسان ضرور مل جائے گا جو محمد علی کا نام سن کر یہ پکار اُٹھے ہاں میں اندھیروں میں بھٹک رہا تھا مجھے روشنی میں لانے والا میرا محسن یہی "محمد علی لاہوری" ہے۔ ایسے میں اس کی عظمت کے سامنے سر جھک ہی جاتا ہے اور جھکتا رہے گا۔ اپنے مرشد سے جوانی میں جو عہد باندھا آخری سانس تک اُسے نبھایا۔

اور میں نے دیکھا:۔

۱۹۲۷ء دسمبر کا واقعہ ہے جب میں پانچویں یا چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ میرے محسن ومربی حضرت مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم ومغفور تین چار دوسرے بچوں کے ساتھ پہلی بار مجھے جلسہ سالانہ پر اپنے ہمراہ لائے۔ بچپن کا دور تھا نمازیں بھی مجبوراً پڑھنی تھیں۔ اور تقریریں سننے کا بھی حکم تھا۔ بیعت کا اعلان ہوا۔ ہمیں بھی بیعت کے لئے لے جایا گیا۔ جو آپ فرماتے رہے ہم دوہراتے رہے۔ میں خاص طور پر آپ کے چہرے کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ میرے دل ودماغ پر آپ کی شخصیت چہرے کی تروتازگی اور رونق کا ایک عجیب سا پُرکشش اثر ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مومن انسان کے اندر مقناطیسی قوت ہوتی ہے جو خواہ مخواہ اس کے پاس بیٹھنے والوں اور قریب آنے والوں کو اپنی طرف کھینچ کر ان پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ کونو امع الصادقین میں شاید یہی فلسفہ پوشیدہ ہے۔

ان گلیوں میں کچھ اور ہستیوں کو بھی ادھر ادھر مہمانوں میں چلتے پھرتے۔ اُن سے ملتے ان کے حال احوال پوچھتے بھی دیکھا۔ سب ایک ہی

رنگ میں رنگین نظر آتے تھے۔ حضرتِ اقدس نے ان میں کیا رُوح پھونک دی تھی کچھ عجیب لوگ تھے محبت، ہمدردی، اخلاص، عجز وانکسار اور تواضع کے پیکر، اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے دُور احمدیہ بلڈنگس کی ساری فضا ہی مسحور کن تھی۔ سادہ سی مسجد سادہ سادہ رہائشی مکانات اور سادہ سادہ سے دفاتر۔ نمازوں میں خشوع وخضوع اور آنکھیں اشکبار، اب تو رنگ ہی بدل گیا ہے۔ کاش وہ دن لوٹ آئیں۔ ایسا کیوں تھا۔ اس لئے کہ جو امانت حضرت صاحب ہمارے سپرد کر گئے ہیں اس کے بارے میں کس طرح عہدہ برآ ہوا جائے یہی وہ غم تھا جو کھائے جارہا تھا کہ آپ کے مشن کی تکمیل کیسے ہو۔ قرآن کو کیسے غیر اقوام تک اُن کی اپنی زبانوں میں پہنچایا جائے۔ مقصد کی یک جہتی اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب لیڈر بے لوث اور بے غرض ہو۔ اس کے اپنے اندر جو آگ سلگ رہی ہے اس کی حرارت دُوسروں تک بھی پہنچا سکے اور اس کے ساتھیوں کو اس پر اعتماد ہو۔ اس کی نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پرسوز ہو۔

یہی بات تھی کہ جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے سننے والے ہمہ تن گوش ہو جاتے گلیوں میں گھومنے والے چھوٹے بڑے جلسہ گاہ کی طرف بھاگے آتے۔ لوگوں کے ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی جیبوں میں چلے جاتے۔ ہر ایک یہی سوچتا کہ جب آپ کی زبان سے نصرت دین کی خاطر، مالی امداد کے لئے اپیل ہو، میں پیچھے نہ رہ جاؤں۔ میں نے تقریباً ہر جلسہ میں ایک بزرگ کو اپنے ہاتھوں میں کشکول لے کر جلسہ گاہ میں گھومتے پھرتے دیکھا۔ جب ان کاسئہ گدائی دو دو آنے چار چار آنے سے بھر جاتا وہ اسٹیج پر جا کر اُسے پلٹ دیتے اور ایک دُوسرے بزرگ کا یہ جذبہ تو میرے لئے ایک ناقابلِ فراموش واقعہ بن گیا ہے کہ وہ سارا سال گھاس کاٹتے اور جلسہ سالانہ کے لئے یوں رقم جمع کر کے ساتھ لاتے اور خُدا کے دین کے لئے نذر کر دیتے۔

باہر سے آنے والے مہمانوں کے آرام کا ہر طرح خیال کرتے، انھیں کمبلوں میں لپٹے ہوئے سادہ سادہ لباس والے دیہاتیوں سے بہت پیار تھا۔ مجھے یاد ہے ایک بار جب جلسہ ختم ہو گیا تو مسلم ہائی اسکول میں ابھی کچھ مہمان ٹھہرے ہوئے تھے لیکن کارکنوں کو صفائی کا حکم ملا وہ ایک کمرے سے پرالی اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے کہ اس میں ٹھہرے ہوئے ایک مہمان آگئے انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے ہم تو ابھی یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہمیں حکم ہوا ہے۔ یہ مہمان سیدھے حضرت امیر مرحوم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے انہوں نے ایک ملازم کو اندر اطلاع کرنے کو کہا مگر اس نے یہی جواب دیا کہ آپ اس وقت آرام فرما رہے ہیں۔ مہمان کہنے لگے۔ ”وہ تو پلنگ پر آرام کر رہے ہوں گے اور ہمیں یہاں پرالی کے فرش پر بھی کوئی سونے نہیں دیتا۔“ آپ کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی۔ فوراً باہر تشریف لے آئے معاملہ دریافت کیا اور صرف اتنا فرمایا کہ آپ جائیں۔ مہمان چلے گئے۔ صرف ان کا ہی کیا سارے مہمانوں کے آرام کا بندوبست ہو گیا۔ حضرت امیر مرحوم کو آئندہ جمعہ کے لئے موضوع مل گیا اور درد بھرا خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی آنکھیں چھلک اُٹھیں اور بعض رقیق القلب انسانوں کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور وفور جذبات سے آپ کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ یہ دیکھ کر کوئی بھی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس متین سنجیدہ اور خاموش چہرہ والے انسان کے قلب کی گہرائیوں میں درد پیار محبت اور خلوص کے کیسے جذبات موجزن رہتے ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ کسی قوم یا جماعت کی طاقت اور قوت کا اصلی سرچشمہ اس کا غریب طبقہ ہوتا ہے اس طبقہ میں وفا بھی ہوتی ہے اخلاص اور محبت بھی قرآن کا مفسّر ہونے کی حیثیت سے آپ عبس وتولیٰ کے فلسفہ سے بھی باخبر تھے۔ جلسہ کے اختتام پر بیرونی جماعتوں سے ملاقات کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا تاکہ ہر جماعت کے ہر فرد سے ملاقات ہو جائے۔

۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۵۰ء تک کا عرصہ جماعتِ احمدیہ لاہور کا ایک درخشاں باب تھا۔ اس میں آپ کی شب وروز کی محنت۔ کاوشوں اور دُعاؤں کا بہت بڑا حصہ تھا۔ میرے لئے تو ”محمد علیؓ“ ایک جذبہ، ایک تڑپ، ایک خواہش اور ایک آرزو کا نام ہے اور وہ کیا ہے کہ :۔

”ہمارا کام قرآن کو دنیا میں پہنچا دینا ہے اور آگے اپنا کام وہ خود کرے گا۔“

اگر آج بھی یہ جماعت اس بجھی ہوئی چنگاری کو متحد ہو کر اپنے دلوں میں پھر روشن کرے تو وہ اپنی کھوئی ہوئی راہ پر واپس لوٹ کر اپنی منزل اور مقام کو پا سکتی ہے۔ اور سلامت رہ سکتی ہے اللہ تعالیٰ حضرت امیر مرحوم کی رُوح پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

(بشکریہ اخبار پیغام صلح لاہور)

☆☆☆

حرم کعبہ کے ناظم اعلیٰ کا بیان

اور اس پر ایک نظر، (قسط ۱)

مکرم مولانا احمد گل صاحب فاضل دیوبند

کچھ عرصہ پہلے حرم کعبہ پر جس مسلح گروہ نے قبضہ کر لیا تھا جسکی وجہ سے تمام اسلامی دنیا میں ایک ہیجان کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ اس گروہ کے ایک فرد محمد عبداللہ نامی نے جو اس گروہ کا سربراہ تھا۔ امام مہدی آخر الزماں ہونے کا دعویٰ کیا اور اعلان کیا کہ مسلمان میری بیعت میں آجائیں اور میری اطاعت اختیار کریں۔ ”اس مذموم واقعہ کے زیر اثر سعودی عرب کے مقرر کردہ امور حرمین شریفین کے مہتمم اعلیٰ شیخ ناصر بن رشید نے ایک بیان دیا ہے۔ جو سعودی عرب کے جرائد کے علاوہ دوسرے ممالک کے اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔

شیخ ناصر نے اپنے بیان میں ایک طرف مدعی مہدویت کے دعویٰ کی تردید کی ہے اور دوسری طرف آنے والے حقیقی مہدی کی علامات کو احادیث اور روایات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ علامات کے ضمن میں ان تمام امور کا ذکر کیا ہے جن پر علماء کے کثیر طبقہ کا اتفاق ہے۔ حضرت مہدی اور ان سے متعلق علامات کی وضاحت کرنے کے بعد اپنے بیان کے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ ”ان علامات کے نہ پائے جانے کی وجہ سے ابھی وہ وقت نہیں آیا جس میں مہدی موعود کا ظہور ممکن ہو۔“

شیخ صاحب نے مہدی کے بارے میں جس خیال کا اظہار کیا ہے خواہ وہ کسی اثر کو زائل کرنے کی بناء پر ہو یا فی الواقعہ اپنے عقیدہ کے اظہار کے لئے ہو ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہر شخص اپنے خیال اور عقیدے کا پابند ہے۔ اور اس کے اظہار کا اُسے پورا اختیار ہے۔ تاہم امتِ محمدیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے مسیح اور مہدی کی جو پیشگوئی فرمائی ہے اور اس پیشگوئی کے ضمن میں دجال اور یاجوج ماجوج کا ذکر کیا ہے۔ ان تمام کا آخری زمانہ میں وقوع پزیر ہونا یقینی امر ہے اگر اختلاف ہے تو اس امر پر کہ اس پیشگوئی کا تعلق ہمارے اس موجودہ دور سے ہے۔ یا کہ بعد میں کسی آنے والے زمانے میں اس نے پورا ہونا ہے۔ اسی موضوع پر ہم نے کچھ لکھنا ہے۔ اور ان حقائق پر سے پردہ اُٹھانا ہے جو عوام اور ان کے علماء پر ایک عرصہ سے غیر منکشف رہے ہیں۔

جہاں تک مہدی کے عقیدے کا تعلق ہے ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں اس وقت تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جن کے خیالات اور نظریات ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ اور ان نظریات پر منطبق ہونے والے دلائل اور شواہد بھی الگ ہیں۔

۱۔ پہلی قسم کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مہدی بنی فاطمہ سے پیدا ہوگا۔ ظاہری اور روحانی خلیفہ ہوگا اور تلوار سے تمام دنیا کو فتح کرے گا۔ اور جو کافر اسلام قبول نہ کرے گا اُسے مار ڈالے گا۔

۲۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے مہدی کے آنے کے قطعاً منکر ہیں۔ احادیث میں بیان کردہ ایسی تمام پیشگوئیوں کو غلط قرار دیتے ہیں جن میں مہدی کے آنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔

۳۔ تیسری قسم کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ وہ تلوار کے زور سے نہیں بلکہ آسمانی نشانوں اور یقینی دلائل کے ساتھ اسلام کی فوقیت اور اس کے غلبہ کو تمام مذاہب پر ثابت کرے گا۔

پہلی قسم میں تمام اہل اسلام شامل ہیں۔ خواہ سنّی ہوں یا شیعہ مقلد ہوں یا غیر مقلد دوسری قسم میں سرسیدؔ احمد خاں اور ان کے پیرو ہیں۔ جو نیچری کہلاتے ہیں۔ مذہب اور مذہبی عقائد سے آزادی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مہدی کی احادیث کو وضعی قرار دے کر اُن کی آمد کے منکر ہیں۔ تیسری قسم میں صرف ایک ہی جماعت کا نام لیا جا سکتا ہے وہ ہے سلسلہ احمدیہ۔ جس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے الہام پا کر یہ اعلان کیا کہ مہدی کے متعلق وہ تمام روایتیں جو جنگ وجدل اور لوٹ مار کے سلسلہ میں پائی جاتی ہیں وضعی اور ناقابل اعتبار ہیں۔ مگر مسیح اور مہدی کے آنے کی پیشگوئی ایسی ہے جو احادیث کے علاوہ قرآن شریف میں بھی پائی جاتی ہے۔

کیا مہدی تلوار کے زور سے اسلام پھیلائے گا؟

عقیدے کی اس تقسیم سے یہ بات سامنے آجاتی ہے۔ کہ مہدی کے بارے میں یہ خیال کہ وہ اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلائے گا۔ کافروں سے جہاد کرے گا۔ یہاں تک کہ ان سے جزیہ بھی قبول نہیں کرے گا۔ دراصل یہ خیال دشمنانِ اسلام کی طرف سے پھیلایا گیا ہے۔ تاکہ لوگ اسلام کے نام سے خائف ہوکر اس کی صحیح تصویر نہ دیکھ سکیں اور اس کی پاک تعلیم کی طرف توجہ نہ دے سکیں ورنہ قرآن کریم ایسے ظالمانہ اور جابرانہ طریقوں سے اشاعت دین کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ اس گندے عقیدے کی سختی سے تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"لاکراہ فی الدین قد تلبین الرشد من الغی" یعنی دین کے معاملے میں کسی قسم کا جبر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہدایت، ضلالت سے ممتاز ہو چکی ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین کے بارے میں جبر واکراہ جائز نہیں۔ پھر ساتھ ہی اس پر دلیل دے کر فرمادیا ہے کہ یہ اس لئے جائز نہیں کہ ہدایت اور گمراہی اس قدر واضح ہیں کہ جو شخص بھی ٹھنڈے دل سے غور کرے وہ ہدایت کو دیکھ سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جبر کے ذریعے کسی کو مذہب میں داخل کر لینا قرآن کی منشاء کے خلاف ہے۔ اسی وجہ سے دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

"انما علیٰ رسولنا البلاغ المبین" یعنے ہمارے رسول کا تو یہ کام ہے کہ لوگوں تک ہمارا پیغام دیوے۔ اسے کوئی مانے یا نہ مانے یہ لوگوں کا کام ہے۔ رسول کو اس سے غرض نہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ قرآن کریم کے اس واضح حکم کے باوجود مہدی کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ کافروں سے جہاد کر کے تمام دنیا کو جبراً مسلمان کرے گا۔ کیا ایسے مہدی کا آنا اسلام کے لئے باعث فخر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ فخر تو اس میں ہے کہ اسلام کو جادلھم بالتی ھی احسن کی روشنی میں دُوسرے تمام ادیان پر غالب ثابت کیا جائے۔

اس غلط عقیدہ کے پھیلنے کی اصل وجہ

ہمارے بیان کردہ اس مفہوم پر طبعاً یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر اسلام جبر کی تعلیم نہیں دیتا اور حضرت نبی کریمؐ نے کسی جابر جنگجو مہدی کی خبر نہیں دی تو مسلمانوں اور اُن کے علماء میں یہ عقیدہ کیسے پیدا ہو گیا؟ اس کا جواب تاریخی واقعات سے یُوں دیا جا سکتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل سے یہ وعدہ تھا کہ جب اُن میں مسیح ظاہر ہوگا تو وہ ایک عظیم سلطنت کی بُنیاد ڈالے گا۔ لیکن جب مسیح ناصری نے مسیحیت کا دعویٰ کیا تو یہود نے دیکھا کہ وہ ایک کمزور بے یار و مددگار انسان ہے جس نے کسی سلطنت کی بُنیاد نہیں ڈالی۔ بلکہ امن کے ساتھ رومی سلطنت کے ماتحت مذہبی تبلیغ کرنے لگ گیا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ قوم عیسیٰؑ کو کس قدر مایوسی ہوئی ہو گی۔ وہ تو ایک ایسے شخص کا انتظار کر رہے تھے جس نے انہیں بادشاہت کے تخت پر بٹھانا تھا اور ایک بڑی سلطنت کا بانی ہونا تھا۔ لیکن جب مسیح آیا تو اس نے ان کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ جو وہ اپنے دلوں میں لئے بیٹھے تھے۔ بعینہٖ اسی طرح مسلمان، ایک ایسے مہدی کے انتظار میں ہیں جو کافروں کو قتل کرے گا اور ایک عظیم سلطنت کی بُنیاد رکھے گا۔

لیکن اس عقیدے کی تردید نہ صرف قرآن کریم کرتا ہے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے اور احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو بھی مفہوم یہی پایا جاتا ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم اس مفہوم کو بیان کریں قارئین پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مسیح اور مہدی جو بظاہر ہر الگ شخصیتیں نظر آتی ہیں۔ دراصل حدیث لامھدی الاعیسیٰ کی رو سے ایک ہی شخص کے دو الگ الگ نام ہیں۔ جنکی وضاحت آئندہ سطور میں کر دی جائے گی۔ مندرجہ ذیل حدیث میں ابن مریم کے الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ مگر ان کا اطلاق مہدی پر بھی ہوتا ہے۔ فرمایا:۔

"والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً"عدلاً" فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب۔" مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ وہ وقت قریب ہے۔ جب تمہارے درمیان ابنِ مریم ظاہر ہوگا۔ صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیروں کو قتل کرے گا۔ اور لڑائی کو بند کر دے گا۔ بخاری کی اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مہدی علیہ السلام دینِ اسلام کو جنگ و جدال سے نہیں پھیلائیں گے۔ بلکہ اپنا تمام کام امن و آشتی سے کریں گے۔ یہی معنی ہیں یضع الحرب کے کہ وہ مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں مہدی موعود پر وحی نازل ہونے کا ذکر ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی حکم

ہے۔

"اخرجت من عبادی لایدان لك بقتالهم فحرذ عبادی الی الطور" میں نے کچھ ایسے بندے پیدا کیے ہیں جن کا تو اور نہ ہی مسلمانوں میں سے کوئی دوسرا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس لئے تو میرے بندوں کو طور پر لے جاتا ہے کہ وہ اس کی پناہ میں آجائیں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی کے ظہور کے زمانے میں کچھ ایسی قومیں ہوں گی جن سے نہ مسلمان اور نہ ہی مہدی مقابلہ کی طاقت رکھیں گے۔ مہدی کو صرف یہ حکم ہوگا کہ اپنے لوگوں کو سینا پہاڑ پر لے جا۔ یہ وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ تعالےٰ نے اپنی خاص تجلیات سے حضرت مُوسےٰ علیہ السلام کو نوازا تھا اور اس زمانہ میں یہ پہاڑ تجلیّات کے لئے ایک خاص تخت گاہ تھا۔ اسی مقام پر اس کی طرف سے بنی اسرائیل کے لئے بڑے بڑے نشانات اور خوارق ظاہر ہوئے اسی طرح آنے والے مہدی کو بھی حکم ہوگا کہ تم اپنے لوگوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ۔ یعنے جس طرح مُوسےٰ علیہ السلام کے زمانے میں تجلیّاتِ الہٰیہ، بنی اسرائیل کے لئے ترقی ایمان کی موجب بنیں اسی طرح وہ نشانات آسمانی اور خوارق عادات امور جو اللہ تعالیٰ مہدی کے لئے ظاہر فرمائیں گے اس کی جماعت کے لئے تقویت ایمان کا موجب بنیں گے اور جس طرح اللہ تعالےٰ نے اس زمانے میں مقدّس پہاڑ پر اپنی تجلّی ظاہر فرمائی اسی طرح وہ اپنی قدرت کے بڑے بڑے نشان دکھلا کر اپنا جلال مہدی کے زمانہ میں بھی ظاہر کرے گا۔

امن کا شہزاد :۔

ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ مہدی کوئی جنگجو آدمی نہیں ہوگا کہ وہ تمام دنیا کو جبراً مسلمان کرتا پھرے گا۔ بلکہ امن کا شہزادہ ہوگا تاکہ وہ آسمانی نشان دکھلا کر لوگوں کو نورِ حق کی طرف بلائے۔ اور زمانے کے فتنوں سے بچا کر انہیں ایسے مقام پر پہنچائے جو امن کا مقام ہو۔

☆☆☆

﴿بقیہ صفحہ ۱۸ کالم ۲ کا﴾

اور بعض ضروری وفود کو مسجد میں ہی فروکش کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ عیسائیوں کا وفد نجران اور طائف کے مشرکین کا وفد۔ اور اس غرض کے لئے مسجد کے صحن میں خیمے نصب کر دیئے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک تہوار کے موقعہ پر حضرت نبی کریم ﷺ نے بعض حبشیوں کو ڈھالوں اور نیزوں کے ساتھ مسجد میں کرتب دکھانے کی اجازت دی۔ مشہور شاعر حسان بن ثابتؓ حضرت نبی کریم ﷺ کی حمایت میں دشمنوں کی ہرزہ سرائی کے جواب میں اپنے اشعار مسجد میں ہی پڑھا کرتے تھے۔ مقدمات کا فیصلہ بھی مسجد میں کیا جاتا تھا۔ اور کئی ایک دوسری اغراض کے لئے مسجد استعمال کی جاتی تھی۔ مثلاً جب سعد ابن معاذ کو غزوہ خندق میں مہلک زخم آئے تو ان کے لئے مسجد میں ہی خیمہ نصب کیا گیا۔ اور وہ اسی خیمہ میں ہی اپنے محبوب حقیقی سے جاملے۔ ایک آزاد لونڈی کا خیمہ بھی اسی مسجد میں نصب تھا جس میں وہ قیام پذیر تھی۔ اس طرح مسجد مسلمانوں کا صرف مذہبی مرکز نہ تھا بلکہ ان کا سیاسی تعلیمی اور معاشرتی مرکز بھی تھا۔ بالفاظ دیگر مسجد فی الحقیقت صحیح اور کامل معنوں میں مسلمانوں کا ایک قومی مرکز تھا۔

حرمت مساجد

یہ امر کہ علاوہ نماز کی مسجد بعض دوسرے مقاصد کیلئے بھی استعمال کی جاسکتی ہے اس کی حرمت اور تقدیس کو زائل نہیں کر سکتا۔ مسجد اصالتاً خدا کی عبادت کے لئے ہی ہے اور اسی غرض کے لئے اس کو استعمال کرنا چاہیئے۔ علاوہ ان امور کے جو مسلمان قوم کی فلاح و بہبود سے متعلق ہوں یا جنہیں قومی اہمیت حاصل ہو۔ دوسری عام اغراض کے لئے مسجد کے استعمال کی اجازت نہیں۔ مسجد میں بیوپار یا تجارتی کاروبار صریحاً ممنوع ہے۔ مسجد خانہ خدا ہے اور اس وجہ سے جس عزّت و حرمت کی یہ مستحق ہے اس میں کمی نہیں ہونی چاہیئے۔ اس کی عزت و احترام کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں اونچی آواز سے بولنا بھی ناواجب ہے۔ اور تھوکنا صریحاً ممنوع ہے۔ اگرچہ حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد کا فرش کنکروں کا ہی ہوتا تھا۔ اور جوتی کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور ہے لیکن جوتی صاف ستھری ہونی چاہیئے گندی نہیں ہونی چاہیئے۔ مسجد کے دروازہ پو جوتی اتار کر داخل ہونے کا رواج مسجد کے احترام کی علامت ہے۔ مسجد کو پاک صاف رکھنا بڑا نیکی کا کام ہے۔

☆☆☆

تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم

احمدیت کا پانچواں امتیاز۔ وسعتِ اسلام کو از سر نو زندہ کرنا ہے

ابتداء سے ہی اسلام ایک ایسے عالمگیر مذہب کے رنگ میں ظاہر ہوا جو ساری قوموں کو اپنے دامن کے نیچے لینا چاہتا تھا عرب اور عجم، ایرانی اور حبشی، یہودی عیسائی مجوسی، مشرک اور صابی غرض ہر مذہب والے اس کے مخاطب تھے اور یہ تمام مذاہب اور تمام قوموں کے لئے جو ایکدوسرے کو اپنا دشمن سمجھتی تھی پیغام اخوت لایا تھا اور کوئی مذہب عالمگیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے اندر وسعت نہ پائی جائے۔ اس لئے اسلام کے اصول کی بنیاد ایسی وسعت پر رکھی گئی تھی۔ جو پہلے نام کو بھی دنیا میں نہ پائی جاتی تھی یعنی نہ صرف دنیا کے دوسرے مذاہب میں صداقت کا اعتراف نہ صرف دوسری قوموں کے مذہبی بزرگوں اور ان کی مقدس کتابوں کی عزت نہ صرف یہ اعتراف کہ تمام قوموں کے اندر خدا کی طرف سے نبی اور رسول اور کتابیں آئیں اور ان کے مذہبی پیشوا خدا سے تعلق رکھنے والے تھے اور ان کی مقدس کتابوں میں نور اور ہدایت ہے بلکہ اس سب سے بڑھ کر یہ کہ دوسری قوموں کے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانا اسی طرح ضروری ہے۔ جس طرح اپنے نبی حضرت محمد مصطفےٰؐ اور اپنی کتاب مقدس، قرآن کریم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ وہ وسعت تھی جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ اور یہ کوئی تنہا خیال نہ تھا۔ بلکہ اس وسعت کو اپنے کمال تک پہنچایا گیا۔ اسلام جو ذہنیت اپنے پیروؤں کے اندر پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہی تھی کہ مسلمان تمام لوگوں کو ایسا سمجھیں جیسے ایک کنبہ کے افراد ہوتے ہیں تمام نسل انسانی کی وحدت کا اصول اس لئے قائم کیا اور فرمایا کان الناس اُمّۃ واحدۃ (البقرہ ۲۱۳) پھر تمام لوگ محض نام کو ایک قوم نہیں بلکہ وہ ایسی قوم ہے۔ کہ ان سب کا رب ایک ہے۔ الحمد لله ربّ العلمین۔ اور رب وہ پالنے والا ہے۔ جو ایک حالت سے دوسری حالت تک پہنچاتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک چیز کمال کو پہنچ جائے پس تمام قوموں کو ان کے کمال تک پہنچانا اس کا کام تھا۔ اور اسی لئے اس نے ہر قوم کی اخلاقی اور روحانی تعلیم کا انتظام ایک نہ ایک پیغمبر کے ذریعہ سے کیا ولكل امة رسول ولكل قوم هاد، وان من امة الاخلافيها نذير. کا پاک اصول صرف قرآن شریف میں ہی نظر آتا ہے۔ پھر اپنے پیروؤں میں اسلام نے ایسی اخوت پیدا کی تھی کہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہی بادشاہ اور فقیر میں حیثیت ایک مسلمان ہونے کے فرق نہ سمجھا جا سکتا تھا، اسی وسعت کا نتیجہ تھا کہ جس ملک میں اسلام کا پیغام پہنچا وہیں، لوگ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہو گئے کیونکہ مسلمان ہو کر اپنے نبی یا رشی اور اپنی کتاب کی عزت کو چھوڑنا نہ پڑتا تھا بلکہ اپنے بزرگوں کی عزت واحترام کو قائم رکھتے ہوئے دوسروں کی عزّت اور احترام کیلئے دل میں جگہ پیدا ہو جاتی تھی۔ اسلام کی طرف لوگوں کو جذب کرنے کا یہ بڑا بھاری سامان تھا جسے علمائے اسلام نے آہستہ آہستہ یوں ہاتھ سے گنوادیا کہ ادنیٰ ادنیٰ اختلاف پر اپنے ہی بھائیوں کی تکفیر شروع کر دی تو جب ایک قوم کے اندر اس قدر تنگدلی پیدا ہو جائے کو وہ اپنوں سے اختلاف کو برداشت نہیں کر سکتی تو غیروں کے اختلاف کو وہ کہاں برداشت کر سکے گی۔ غرض یہ آپس کی تکفیر تھی جس نے اسلام کی اس وسعت کو جو اس کی طرف کھینچ کر لانے کا سامان تھی۔ ضائع کر دیا۔ احمدیت نے اسلام کی اس نمایاں خصوصیت کو از سر نو زندہ کیا۔ اور دوسری اقوام میں انبیاء کے آنے کو اس قدر وسعت دی کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے اس آیت قرآنی کے ماتحت ورسلا قد قصصنهم عليك من قبل ورسلا لم نقصصهم عليك (النساء. ١٦٤) یہ اعلان بھی کر دیا کہ رام چندر جی اور کرشن جی اس ملک ہندوستان میں نبی ہو کر آئے تھے۔ اور وید اس ملک کی الہامی کتاب تھی اور ظاہر ہے کہ جب قرآن کریم بطور اصول محکم اس بات کو قائم کرتا ہے کہ ہر قوم کے اندر نبی گذرے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوؤں جیسی قوم جو کسی وقت تہذیب کے ایک اچھے بلند مقام پر پہنچ گئی تھی۔ اس اصول سے باہر رہی ہو۔ اور اس کے اندر کوئی نبی نہ آیا ہو۔ نبی کریم صلعم کے صحابہؓ نے جب ایران کو فتح کیا تو اسی اصول کے ماتحت ایرانی آتش پرست قوم سے اہل کتاب کا سلوک کیا۔ اور اس اصول کو وسعت دینے میں اسلام کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

احمدیت کا چھٹا امتیاز اسلام میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ثابت کرنا ہے:

کسی قوم کو خواہ کتنے بھی اعلیٰ درجہ کے اصول دیدیئے جائیں لیکن اگر ان کے ساتھ ساتھ اس کی ترقی کا کوئی سامان نہ ہو تو وہ اعلیٰ اصول

بھی آخر بیکار ہو جاتے ہیں۔ اصول بمنزلہ ایک جڑ کے ہیں۔ اور فروع بمنزلہ شاخوں کے ہیں۔ اگر ایک درخت میں یہ استعداد موجود ہے کہ اس کی شاخیں دور دور تک پھیلتی چلی جائیں تو اس کی مضبوط جڑیں اس کی ترقی کا سامان بن جاتی ہیں۔ لیکن اگر اس کی شاخوں کا پھیلاؤ بند ہو جائے تو جڑیں بھی ٹھٹھر کر رہ جائینگی اسلام میں اصول کی مضبوطی کے ساتھ اس کے اندر ترقی کا سامان اس میں اجتہاد کے دروازے کا کھلا ہونا تھا اجتہاد اصل میں کوشش کرنے یا اپنی عقل کو کام میں لانے کا نام ہے۔ اور مسائل شریعت میں اسلام نے یہ دروازہ کھلا رکھا تھا۔ کہ جن امور کے لئے قرآن وحدیث میں صراحت نہ ہو وہاں مسلمان خود اپنے قوائے ذہنی کو کام میں لا کر استدلال کے ذریعہ سے نئے مسائل پیدا کرتے رہیں۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب تھا کسی ایک قوم یا ملک پر محدود نہ تھا نہ اس کے بعد کوئی دوسرا مذہب آنے والا ہے مگر انسانی ضروریات لامحدود ہیں۔ اور ہر زمانہ میں ہر ملک میں ہر قوم میں نئے حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں نئی ضروریات پیش آتی رہتی ہیں۔ ان کے لئے انسان کے قوائے ذہنی کو اخذ مسائل کا ذریعہ قرار دیا۔ گویا وحی الٰہی کے بعد جو برنگ وحی جلی یا وحی متلو قرآن شریف میں موجود ہے۔ اور برنگ وحی خفی حدیث میں موجود ہے۔ عقل انسانی کو یہ مرتبہ دیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے حالات کے مطابق قوانین تجویز کرسکتی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ جو قوتیں انسان کو دی گئی ہیں۔ اگر انہیں کام میں نہ لایا جائے تو وہ بیکار ہو جاتی ہیں۔ مسلمانوں کے قوائے ذہنی کو اگر کام میں لانے کا یہ ذریعہ نہ بتایا جاتا تو وہ بیکار ہو جاتے۔ چنانچہ جب تک وہ اجتہاد کے دروازے کو کھلا سمجھ کر اپنے قوائے ذہنی کو اس طرف لگاتے رہے وہ ہر قسم کی ترقی کرتے گئے لیکن جب بعض عظیم الشان ائمہ کے پیدا ہونے پر انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب ان اماموں کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔ تو ان کے قوائے ذہنی بھی ٹھٹھر کر رہ گئے اور ان کی ہر قسم کی ترقی رک گئی۔ احمدیت نے اس غلطی کو دور کیا۔ اور یہ بتایا کہ اجتہاد کا دروازہ جو خود نبی کریم صلعم نے کھولا تھا۔ اسے دوسرا کوئی بند نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی درحقیقت چاروں اماموں میں سے کسی امام نے یہ کہا کہ اس کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔ آج دنیا میں اس قدر نئے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کے لئے از سر نو فقاہت اور اجتہاد کی بھی ضرورت ہے۔ احمدیت نے از سر نو اجتہاد کے دروازہ کو کھول کر اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے رستے کو کھول دیا ہے۔

احمدیت کا ساتواں امتیاز مسلمانوں کا اتحاد قائم کرنا ہے:

اسلام جس نے غیروں کے ساتھ اسقدر وسعت اور برتاؤ کی تعلیم دی تھی کہ ان کے ساتھ اصولی اختلافات کے باوجود ان مذاہب کا اپنی اصلیّت میں خدا کی طرف سے ہونا تسلیم کیا جائے۔ وہ اپنوں کے متعلق اس قدر تنگدلی کی تعلیم نہ دے سکتا تھا۔ کہ ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے کسی فروعی مسئلہ میں ذرا اختلاف ہوا تو اسے کافر بنا دیا۔ اس لئے قرآن کریم نے اسلام کے نشان کو اس قدر بین رکھا تھا کہ جو شخص تمہیں السلام علیکم کہہ کر خطاب کرتا ہے اسے بھی تم کافر نہیں کہہ سکتے ولا تقولوالمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمناً (النساء۔۹۵) گویا ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اس کے اعمال کی پڑتال کریں کہ اس کا فلاں عمل خلاف اسلام ہے یا اس کے عقائد کے بال کی کھال اتاریں کہ اس کے فلاں عقیدہ سے کفر لازم آتا ہے السلام علیکم ہمیں وہی کہے گا جو اپنے آپ کو اخوتِ اسلامی کے سلسلہ میں شامل کرتا ہے اور جو اپنے آپ کو اخوتِ اسلامی کے سلسلہ میں شامل کرلے اسے اس اخوت سے باہر نکالنے کا حق کسی کو نہیں اور اسی کے مطابق نبی کریم صلعم کا عمل رہا عبداللہ بن ابی اسلام کا پکا دشمن تھا۔ لڑائیوں میں کبھی مسلمانوں کا ساتھ نہ دیتا تھا۔ دشمنوں کو اکسا تا رہتا تھا مگر صرف اس لئے کہ اپنے آپ کو ظاہر طور پر اخوتِ اسلامی کے سلسلہ میں شامل کرتا تھا۔ نبی کریم صلعم نے اس زندگی میں بھی اور اس کی وفات کے بعد بھی اسے مسلمان ہی قرار دیا اور آپؐ نے خود اس قدر موٹا نشان اسلام کا بتایا کہ اس کے ہوتے ہوئے مسلمان کی تکفیر سے روکا۔ فرمایا لاتکفروا اھل قبلتك۔ جب تک اپنے آپ کو کوئی شخص اہل قبلہ میں شامل کرتا ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ اس کی تکفیر کرے۔ اس تعلیم اور ان تاکیدات کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں میں اتحاد قائم رہے کیوں کہ قوم کی طاقت محض اتحاد سے رہ سکتی ہے جس قوم کے اجزاء پراگندہ ہو جائیں وہ نہ ترقی کرسکتی ہے نہ اپنے اعدا کا مقابلہ کرسکتی ہے اور اتحاد کی پہلی ضرورت یہ تھی کہ سب مسلمان اپنے آپ کو ایک دوسرے کا بھائی سمجھیں نبی کریم صلعم نے مثالیں دے کر بھی سمجھایا تھا کہ سب مسلمان ایک جسم کے حکم میں ہیں اگر ایک حصّہ کو تکلیف پہنچے گی تو سارے جسم کو تکلیف پہنچے گی پس اگر مسلمان کے ایک گروہ یا فرقہ کو تکلیف دی جائیگی تو اس کا اثر ساری قوم پر پڑے گا۔ اور فرمایا تھا کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی جان یا مال یا عزت پر حملہ نہ کرے اور فرمایا تھا کہ مسلمان تو ایک دیوار کی طرح ہیں جس کا ایک حصّہ دوسرے کی مضبوطی کا موجب ہے اگر ایک حصّہ کو کمزور کر دیا جائے گا تو ساری دیوار ہی کمزور ہو جائے گی۔ ان سب نصائح کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں میں وحدت قائم رہے اور تکفیر کے ساتھ وحدت قائم

نہیں رہ سکتی۔ اختلاف اُمتی رحمۃ میں سکھایا تو یہ تھا کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ اختلافات کو برداشت کریں مگر ہم نے ہر اختلاف کو موجب تکفیر بنا کر اپنی وحدت اور قوت کو خود مٹایا۔ سچ فرمایا تھا مخبر صادقؐ نے کہ مسلمانوں کو کوئی دشمن تباہ نہیں کر سکے گا۔ یہاں تک کہ یہ خود ایک دوسرے کو تباہ نہ کریں اور یہی مسلمانوں نے کر دکھایا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف پر ایک دوسرے کی تکفیر کر کے اسلام کے اتحاد کو پاش پاش کر دیا اور اس کی قوت کو برباد کر دیا۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے اس تکفیر مسلمین کے خلاف ۱۸۹۱ء میں آواز اٹھائی یعنی آج سے پورے چالیس سال پیشتر۔

"واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اسی کام کے لئے آئے تھے اور اس زمانہ میں آئے تھے جبکہ یہودیوں کے مسلمانوں کی طرح بہت فرقے ہو گئے تھے...... سو آنحضرت صلعم نے اس اُمت کو بشارت دی تھی کہ آخری زمانہ میں تمہارا ابھی یہی حال ہو گا۔ بہت سے فرقے تم میں نکل آئیں گے......اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو یہودیوں کی طرح کافر سمجھے گا۔ اور اگر ننانوے وجوہ اسلام کی موجود ہوں تو صرف ایک وجہ کو کفر کی وجہ سمجھ کر کافر ٹھہرایا جائے گا۔ تو باہمی تکفیر کی وجہ سے سخت نفرت اور بغض اور عداوت باہم پیدا ہو جائے گی اور بوجہ اختلاف رائے کے کینہ اور حسد اور درندوں کی سی خصلتیں پھیل جائیں گی اور وہ اسلامی خصلت جو ایک وجود کی طرح کامل اتحاد کو چاہتی ہے اور محبت اور ہمدردی باہمی سے پُر ہوتی ہے بکلی تم میں سے دور ہو جائے گی اور ایک دوسرے کو ایسا اجنبی سمجھ لے گا کہ جس سے مذہبی رشتہ کا بکلی تعلق ٹوٹ جائے گا اور ایک گروہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش کرے گا۔

(ازالہ اوہام ۵۸۹، ۵۹۰)

بانیٔ احمدیت کے اس جذبہ اتحاد کو لے کر احمدیہ جماعت کے فریق لاہور نے اپنی تعلیم و تبلیغ میں نمایاں خصوصیت اس بات کو دی ہے کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے اسے کوئی شخص کافر نہیں بنا سکتا۔ اور اس کا اثر اب بہت وسیع ہو رہا ہے مگر افسوس ہے کہ اس کے بالمقابل فریق قادیان نے روئے زمین کے سارے مسلمانوں کی تکفیر کو اپنے عقائد کی بناء ٹھہرایا۔

☆☆☆

﴿بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۲ کا﴾

معه شياطين مشبهون بالا موات يقولون للحی تعرفنی انا اخوك انا ابوك او ذو قرابة منه (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۷۸)
اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے جن کی شکلیں مردوں سے ملتی ہوں گی وہ زندہ کو کہیں گے کیا تو مجھے پہچانتا ہے میں تیرا بھائی ہوں میں تیرا باپ ہوں یا کوئی قرابت والا

ويبعث معه شياطين تكلم الناس (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۰۴)
اور اس کے ساتھ شیاطین اٹھائے جائیں گے جو لوگوں سے باتیں کریں گے۔

۶۔ وورا، ۂ الدجال معه سبعون الف يهودی (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۸)
اور اس کے پیچھے دجال ہو گا اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔

اكثر من يتبعه اليهودوالنساء والا عراب (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۶۵)
اکثر لوگ جو اس کی پیروی کریں گے یہودی اور عورتیں اور گنوار لوگ ہوں گے۔

فاكثر من معه اليهود والنساء (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۱۴)
اور اکثر جو اس کے ساتھ ہوں گے یہودی اور عورتیں ہوں گی۔

يخرج الدجال عدوالله معه جنو دمن اليهو دواصناف الناس (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۹۷۴)
اللہ کا دشمن دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ یہودیوں کے لشکر اور قسم قسم کے لوگ ہوں گے۔

۷۔ اكثر من يتبعه اليهو دوالنساء والا عراب (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۶۵)
اکثر لوگ جو اس کی پیروی کریں گے یہود اور عورتیں اور گنوار لوگ ہوں گے۔

فاكثر من معه اليهودوالنساء (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۹۴)
اکثر جو اس کے ساتھ ہوں گے یہود اور عورتیں ہوں گی۔

فيكون اخر من يخرج اليه النساء حتى ان الرجل لير جع الى امه وابنته واختهوعمته فيو ثقهار باطامخافته ان تخرج اليه (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۱۶)
سب سے پیچھے جو اس کی طرف نکلیں گی عورتیں ہوں گی یہاں تک کہ ایک شخص اپنی ماں اور اپنی بیٹی اور اپنی بہن اور اپنی پھوپھی کی طرف آئے گا پھر اسے مضبوط باندھ دے گا اس ڈر سے کہ اس کی طرف نکل نہ جائے۔
ماخوذ از المسیح الدجال و یاجوج و ماجوج صفحہ ۱۸ تا ۳۰ مطبوع ۱۹۳۱ء

☆☆☆

آخری زمانہ میں دجّال صفت قوموں کے خروج کے متعلق رسُول اکرمؐ کی پیشگوئیاں

(قسطوار)

احادیث میں دجّال کی علامات اور صفات کا تفصیلی ذکر

ازحضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ

دجّال کی علامات

میں یہاں متفرق احادیث سے چند ٹکڑے درج کرتا ہوں اور پھر انہیں الگ الگ لے کر ان پر مختصر بحث کروں گا۔

۱۔انه يجي معه بمثل الجنة والنار فالتي يقول انها الجنة هي النار (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۳)

وہ آئے گا اور اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ کی مثل کچھ ہوگا تو جسے وہ کہے گا کہ یہ بہشت ہے وہ آگ ہوگی

وان معه ماءً ونارافا مالذی يراه الناس ماء فنارتحرق واما الذی يراه الناس نارافماء بارد عنب (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۳)

اور اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی تو جسے لوگ پانی سمجھیں گے وہ آگ ہوگی جو جلادے گی اور جسے لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا۔

يجئى بنار ونهر فمن وقع فی ناره وجب اجرهٗ حطه وزره (کنزالعمال جلد ۷ نمبر ۲۹۷۵)

اس کے ساتھ آگ ہوگی اور پانی کی نہر تو جو اس کی آگ میں گرے گا اس کا اجر واجب ہوگیا اور اس کا بوجھ اتر گیا

معه جبال الخبز و انهار الماء (کنزالعمال جلد ۷ نمبر ۲۹۸۵)

اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہریں ہوں گی۔

معد نهر ان نهر من ماء ونهر من نار (کنزالعمال جلد ۷ نمبر ۲۹۸۵)

اس کے ساتھ دو نہریں ہوں گی ایک پانی کی نہر اور ایک آگ کی نہر۔

يخرج الدجال و معه نهر و نارفمن دخل نهرهٗ وجب وزره وحط اجره ومن دخل ناره وجب اجره حط وزره (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۲۹)

دجّال نکلے گا اور اس کے ساتھ نہر اور آگ ہوگی جو کوئی اس کی نہر میں داخل ہوگا اس پر اس کا بوجھ واجب ہوگیا اور اس کا اجر جاتا رہا اور جو کوئی اس کی آگ میں داخل ہوا اس کا اجر واجب ہوا اور اس کا بوجھ اتر گیا۔

وان من فتنة ان معه جنة ونارفنارهٗ جنة وجنته نارفمن ابتلیٰ بناره فليستغث بالله وليقر افوتح الكهف فتكون برداوسلاما (کنزالعمال جلد ۷ نمبر ۲۰۲۸)

اور اس کے فتنوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور آگ ہوں گے تو اس کی آگ جنت ہے اور جنت آگ تو جو شخص اس کی آگ میں ڈالا جائے وہ اللہ کی مدد مانگے اور سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے وہ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی۔

ومعه مثل الجنة مثل النار وجنة غبراء ذات دخان و ناره روضة خضراء (کنزالعمال جلد ۷ نمبر ۲۰۷۴)

اور اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ کے مانند ہوں گے اور اس کی جنت دھویں والا غبار ہوگا اور اس کی آگ سبز باغ ہوگا۔

ان معدجنة ونار فناره جنته و جنة نارفمن ابتلی بناره فليغمض عينه وليستعن بالله يكون عليه برداو سلاما (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۷۹)

اس کے ساتھ جنت اور نار ہوگی اس کی نار جنّت اور اس کی جنّت نار ہوگی جو کوئی اس کی آگ سے آزمایا جائے چاہئے کہ اپنی آنکھ بند کرے اور اللہ کی مدد مانگے وہ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی

كيف بكم اذا ابتليتم بعبد قدسخرت له انهار الارض و ثمارها (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۹۰)

تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم ایسے انسان سے آزمائے جاؤ گے کہ جس کے لئے زمین کی نہریں اور اس کے پھل مسخر کردیئے گئے ہیں۔

يسير معه جبلان احد هما فيه اشجار وثمار و ماء واحد هما فيه دخان ونار يقول هذه الجنة هو النار (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۱۰)

اس کے ساتھ دو پہاڑ چلتے ہونگے ان میں سے ایک میں درخت اور پھل اور پانی ہوں گے اور دوسرے میں دھواں اور آگ ہوں گے کہے گا یہ جنّت ہے اور یہ دوزخ ہے۔

۲۔قلنا یا رسول الله و با سرائه فی الارض قال کا لخيث استد بر ته الريح (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۳)

ہم نے دریافت کیا یارسول اللہ وہ زمین میں کتنا تیز چلے گا فرمایا جیسے بادل جسے ہوا اڑائے لئے جا رہی ہو

تطوى له لارض منها لا يتنا ول السحاب يمينه ويسبق الشمس الى مغيبها يخوض البحرالى كعبيه امامه جبل دخان (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۹۹۸)

زمین اس کے لئے لپیٹ لی جائے گی وہ بادل کو اپنے دائیں ہاتھ سے لے لے گا اور سورج سے پہلے اس کے غائب ہونے کی جگہ پر پہنچ جائے گا۔ ٹخنوں تک سمندر میں چلے گا اس کے آگے دھویں کا پہاڑ ہوگا۔

ینز وفی مابین السماء والارض (ابوداؤد)

وہ آسمان اور زمین کے اندر اچھلتا پھرے گا۔

وله حمارير كبه عرض مابين اذنيه اربعون ذرا اعا (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۰۴)

اور اس کا گدھا ہوگا جس پر سوار ہوگا اس کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہوگا۔

يخرج الدجال على حمار اقرمابين اذنيه سبعون باعا (مشکوۃ صفحہ ۴۷۷)

دجال ایک سفید رنگ کے گدھے پر نکلے گا جس کے دونوں کانو کے درمیان ستر باع کا فاصلہ ہوگا

تحته حمار اقمر طول كل اذن من اذنيه ثلا ثون ذر عامابين حافر حماره الى الحافر الا خرمسير ة بوم واليلته (کنز العمال جلد صفحہ ۲۹۹۸)

اس کے نیچے سفید گدھا ہوگا جس کے دونوں کانوں میں سے ہر ایک کی لمبائی تیس گز ہوگی اور اس کے گدھے کے ایک پاؤں اور دوسرے کے درمیان ایک دن رات کے سفر کا فاصلہ ہوگا۔

۳۔ ويمر بالخر بته فيقول لها اخر جى كنوزك فتتبه كنوزها كيعا سيب النحل (مشکوۃ صفحہ ۴۷۳)

اور وہ ویرانے پر گذرے گا اور اسے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے تو اس کے خزانے اس کے پیچھے اس طرح چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنی بڑی مکھی کے پیچھے چلتی ہیں۔

۴۔ فياتى على القوم فيد عوهم فيومنون به فيامرالسماء فتمطروالارض فتنبت ثم ياتى القوم فيد عوهم فير دون عليه قوله فينصر ف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايد يهم شئى من امو الهم (مشکوۃ صفحہ ۴۷۳)

وہ ایک قوم پر آئے گا اور انہیں بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے سو وہ آسمان کو حکم دے گا اور وہ مینہ برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اگائے گی.... پھر ایک اور قوم پر آئے گا اور انہیں بلائے گا تو وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے اور وہ ان سے پھر جائے گا تو وہ قحط زدہ ہو نگے ان کے ہاتھوں میں ان کے مالوں میں سے کچھ نہ رہے گا۔

وان من فتنته ان يمر بالحى فيكذ بو افلا تبقى لهم سائمة الا هلكت وان من فتنته ان يمر بالحى فيصد قونه فيا مر السماء ان تمطرويامرالارض تنبت فتنبت (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۸)

اور اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ ایک قبیلہ پر گذرے گا تو وہ اسے جھٹلائیں گے تو ان کا کوئی مویشی باقی نہ رہے گا سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ ایک قبیلہ پر گذرے گا تو وہ اس کی تصدیق کریں گے تو وہ آسمان کو حکم دے گا کہ پانی برسائے اور زمین کو حکم دے گا کہ اگائے تو وہ اگائے گی

قد سخرت له انهار الارض وثمار هافمن اتبعهٗ طعمه وا كفره ومن عصاه حرمه ومنعه (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۹۰)

اور زمین کی نہریں اور اس کے پھل اس کے لئے مسخر کر دئے جائیں گے تو جو اس کی پیروی کرے گا وہ اسے کھلائے گا اور اسے کافر بنالے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اسے اس سے محروم کر دیگا اور اس سے رزق روک دے گا۔

ليصحبن الدجال اقوام يقولون انا لنصحبه وانا لنعلم انه الكافر ولكنا نصحبه ناكل من طعامه ونر عى من الشجر (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۹۲)

دجال کے ساتھ کچھ لوگ ہوں گے کہیں گے ہم اس کے ساتھ ملتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ وہ کافر ہے لیکن ہم اس کے ساتھ ملتے اور اس کے کھانے سے کھاتے ہیں اور درختوں سے مویشی چراتے ہیں۔

ومعه جبال من خبز والناس فى جهد الامن اتبعه (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۰۴)

اور اس کے روٹیو ں کے پہاڑ ہوں گے اور لوگ تکلیف میں ہو نگے سوائے ان کے جو اس کی پیروی کریں۔

۵۔ ويبعث معه الشياطين على صورة من قد مات من الآباء والاخوان (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۶۵)

اور اس کے ساتھ شیاطین ہونگے جو وفات یافتہ باپوں اور بھائیوں کی صورت پر اٹھائے جائیں گے۔ ﴿بقیہ صفحہ ۱۴ کالم ۲ پر﴾

فرائض اسلام میں نماز کی اہمیت

(احکام ومسائل)

نماز کے لئے جگہ کی تخصیص ضروری نہیں

نماز پر بحث کے ضمن میں مسجد کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مسجد کے معنے ہیں ایسی جگہ جہاں انسان سجدہ کرے یا عبادت کی جگہ۔ سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نماز ہر جگہ ادا کی جا سکتی ہے۔ کوئی مخصوص مقدس جگہ اس کے لئے ضروری نہیں۔ اس بارے میں حضرت نبی کریم صلعم کی ایک واضح حدیث ہے۔ آپ اپنی بعض خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

جعلت لی الارض مسجداً (بخاری کتاب)

تمام روئے زمین میرے لئے مسجد بنائی گئی ہے لہذا ایک مسلمان جہاں چاہے اپنی نماز ادا کر سکتا ہے۔ محض یہ بات کہ وہ علاوہ مسجد کے کسی اور جگہ نماز ادا کرتا ہے نماز کے اثر کو زائل نہیں کر دیتی۔ اور نہ اس عمارت کے لئے جو نماز کے لئے تعمیر کی گئی ہو مقدس ٹھہرانے کی غرض سے کسی رسم کی ضرورت ہے۔ اس بارے میں محض اس قدر ضروری ہے کہ مسجد بنانے والا اپنے ارادے کا اعلان کر دے کہ یہ جگہ نماز کے لئے بنائی گئی ہے۔

مسجد مذہبی مرکز کی حیثیت میں

لیکن باوجود اس امر کے جو پہلے بیان کیا گیا ہے مسجد اسلام میں کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ جہاں قرآن مجید نے تمام معابد کے دفاع اور تحفظ کا خواہ وہ کسی مذہب وقت سے تعلق رکھتے ہوں ذکر کیا ہے مسجد کا ذکر سب سے آخر میں کیا ہے۔ لیکن اس کا ایک خصوصی امتیاز بھی بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ خدا کا نام اس میں کثرت سے لیا جاتا ہے۔ فرمایا :۔

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهد مت صوامع وبيع وصلوٰتٌ ومسٰجد يذكر فيها اسم الله كثيراً (سورۃ الحج ۴۰)

ترجمہ :۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھریاں اور گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔

آیت بالا میں آخری الفاظ مساجد یذکر فیها اسم الله کثیراً قابل غور ہیں۔ دوسری تمام عبادت گاہیں ایسی ہیں کہ لوگ عموماً ان میں عبادت کے لئے ہفتہ میں ایک بار جاتے ہیں مگر یہ شرف مسجد کو ہی حاصل ہے کہ دن میں پانچ دفعہ لوگ اس کی طرف امنڈے چلے آتے اور عبادت بجالاتے ہیں۔ اس میں کیا کلام ہے کہ اگر روئے زمین پر خدا کے نام کے ساتھ تعلق کی وجہ سے کوئی جگہ خدا کا گھر کہلا سکتا ہے تو وہ مسجد ہی ہے اور وہ بدرجہ اتم اس نام کی مستحق ہے۔ کیونکہ تمام دوسرے گھر اس کے مقابلہ میں غیر آباد نظر آتے ہیں۔ مسجد کی تمام فضا خدائے بزرگ وبرتر کے مقدس نام کی تجلی سے متجلی اور منور ہے۔ اسی مسجد میں ہی نماز کی طرف بلانے کے لئے دن میں پانچ دفعہ اذان کی صدا بلند ہوتی ہے جو فضائے آسمانی کو چیرتے ہوئے دور دور تک خدا کی توحید اور اس کی عظمت کا الله اكبر الله اكبر۔ اشهد ان لا اله الا الله کے پر شوکت الفاظ میں اعلان کرتی ہے۔ اسی مسجد میں ایسی نماز بھی ہوتی ہے جو خاموشی کے ساتھ الگ الگ پڑھی جاتی ہے لیکن ہر عبادت گذار کے لب پر خدا کا نام ہوتا ہے اسی مسجد میں ہی باجماعت نماز کا انتظام ہے۔ جس میں امام قرآن مجید باواز بلند پڑھتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی شان کا ذکر ہے۔ جسم کی ہر حرکت کی تبدیلی پر اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اور جب نماز ختم ہو جاتی ہے۔ تو سب نمازی مل کر خدا کی عظمت وجلال کا ذکر کرتے ہیں خدا کی یاد سے ساری مسجد گونج اٹھتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا مسجد کے اندر نہیں رہتا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ انسان مسجد میں خدا کی موجودگی کو ایک ٹھوس حقیقت کی طرح محسوس کرتا ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ مسجد مسلمان کی مذہبی زندگی کا مرکز ہے۔ یہ ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں انسان ہفتہ میں ایک بار جا کر ایک آدھ روحانی خیال لے آئے جو بسا ممکن ہے کہ باقی چھ دنوں کے اندر لوح قلب سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے۔ یہ وہ جگہ ہے جو ساعت بساعت روحانی زندگی کا لہو مسلمان کے رگ وریشہ میں دوڑاتی ہے اور اس طرح سے اس کے دماغ کو اعلیٰ خیالات سے سرشار اور

اس کے دل کو حقیقی معنوں میں زندہ رکھتی ہے۔

مسجد مساوات کی درسگاہ

مسجد دن میں پانچ دفعہ اجتماع کی جگہ ہے۔ مخصوص مواقع کے علاوہ۔ مسجد ایک درسگاہ ہے جہاں مساوات اور اخوت کی تعلیم عملی طور پر دی جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہر مذہب خدا کی ابوت اور انسان کی اخوت کے اصولوں پر مبنی ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ کوئی مذہب اسلام کی طرح انسان کی زندہ اخوت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اور اس بے نظیر کامیابی کا راز مسجد میں مرکوز ہے۔ مسجد مسلمانوں کو کامل مساوات کے رنگ اور ایک سچی اخوت کی روح کے ساتھ دن میں پانچ دفعہ ملنے کا خوگر بناتی ہے۔ تمام لونی اور مجلسی امتیازات کو دل سے محو کر کے ایک ہی امام کی اقتدار میں سب اپنے خالق حقیقی کے سامنے ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کم از کم ایک تھوڑے عرصہ کے لئے تمام تفریقات اور امتیازات ہواء منثوراً ہو جاتے ہیں۔ اخوت انسانی کا عقیدہ دن میں پانچ مرتبہ عملی صورت میں نظر آتا ہے۔ اور اس طرح سے مسجد مساوات اور اخوت کی درسگاہ کا حکم رکھتی ہے۔ مسجد کے بغیر مساوات نسل انسانی کا پرچار محض لفاظی پر ہی محمول کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم دوسرے بہت سے مذاہب میں دیکھتے ہیں۔

مسجد ایک ثقافتی اور تعلیمی مرکز

مذہبی مرکز ہونے کے علاوہ مسجد مسلمان قوم کا ثقافتی مرکز بھی ہے۔ یہاں مسلمانوں کو ان تمام امور کی تعلیم دی جاتی ہے جو ان کی فلاح وبہبود سے تعلق رکھتے ہیں۔ خطبہ جمعہ ایسے امور پر ایک باقاعدہ ہفتہ وار لیکچر ہے لیکن علاوہ ازیں حضرت نبی کریم ﷺ یا خلفائے راشدین کے زمانہ میں جب کبھی مسلمانوں کو کسی اہم امر کے متعلق مطلع کرنے کی ضرورت پیش آتی تو اس کے لئے ایک خطبہ، لیکچر مسجد میں ہی دیا جاتا تھا اپنی مرض الموت کے دوران تین بھی حضرت نبی کریمؐ مسجد میں ہی تشریف لائے اور یہاں ہی حضور نے لوگوں کو اپنا آخری خطبہ دیا۔

اسی عام تعلیم کے علاوہ حضرت نبی کریم ﷺ کے مسجد مبارک میں ان لوگوں کی تعلیم کے لئے بھی انتظام تھا جو تحصیل علم کرنا چاہتے تھے۔ جن مسلمانوں کو ملک کے دور دراز حصوں میں دین اسلام کی روشنی اور علم پھیلانے کے لئے مبلغین کے طور پر تیار کیا جاتا تھا وہ مسجد میں صرف تعلیم ہی حاصل نہیں کرتے تھے بلکہ مسجد سے ایک ملحقہ جگہ میں ہی ان کی رہائش کا انتظام بھی تھا اور اس جگہ کا نام صفہ تھا۔ یہ صفہ مسجد کے شمالی حصہ میں واقع تھا۔ لیکن اس کی اطراف کھلی تھیں۔ اسی مناسبت سے ان لوگوں کو اہل صفہ یا اصحاب الصفہ کہا جاتا تھا۔ یہ خیال غلط ہے کہ اس میں وہ لوگ رہتے تھے جن کے گھر بار نہ تھے۔ کیونکہ جو لوگ اس میں قیام پذیر تھے ان میں سعد ابن ابی وقاص ایسے اصحاب بھی شامل تھے۔ حالانکہ اس وقت کئی غریب مہاجرین تھے مگر وہ کبھی یہاں قیام پذیر نہیں ہوئے۔ حقیقت یہی ہے کہ اس میں صرف وہی لوگ مقیم تھے جو قرآن مجید اور دین اسلام کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور بعض اوقات ان کی تعداد چار سو تک پہنچ جاتی تھی۔ انہی اصحاب میں سے دس دس بارہ بارہ کی تعداد میں مبلغین ملک کے اندر بغرض تبلیغ بھیجے جاتے تھے اور ایک دفعہ ستر کی تعداد میں بھیجے گئے۔ آج کے دن تک تقریباً ہر مسجد میں ایک نہ ایک طلباء کی تعلیم کے لئے انتظامات پائے جاتے ہیں۔ مکتب یا مدرسہ مسجد کا ایک ضروری حصہ سمجھا جاتا ہے۔ بہت سی بڑی بڑی مساجد کے ساتھ اوقاف بھی ہیں جن کی آمد طلبا اور معلمین پر صرف کی جاتی ہے۔ بعد کے ایام میں ابتدائی زمانہ کی سپرٹ کے مطابق مسجدوں کے ساتھ لائبریریاں بھی کھولی گئیں اور بعض مساجد کے ساتھ بڑی بڑی لائبریریاں ملحق تھی جن میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ کتب کا ذخیرہ تھا۔

مسجد ایک عام مرکز

لیکن صرف اسی قدر ہی نہیں حضرت نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں کی تمام سرگرمیوں کا مسجد ہی مرکز تھا۔ تمام ضروری اور اہم قومی مسائل کا تصفیہ یہاں ہی کیا جاتا تھا۔ جب مسلمان قوم کو اپنے تحفظ کے لئے تلوار اٹھانی پڑی تو مسجد میں ہی دفاعی تدابیر اور امور مہمہ طے کے جاتے تھے جب کسی اہم خبر کے اعلان کی ضرورت پیش آتی تو مسجد میں ہی تمام لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا۔ اور مسجد ہی مسلمان قوم کی کونسل ہال کا کام دیتی تھی۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب خلیفہ کو مشورہ دینے کیلئے دو مجلسیں میں مقرر کی گئیں تو ان کے اجلاس مسجد ہی منعقد کئے جاتے تھے۔ مسلم اور غیر مسلم قبائل وفود کے سے مسجد میں ہی ملاقات کی جاتی تھی۔

﴿بقیہ صفحہ ۱۱ کالم ۱۔۲ پر﴾

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحبؒ

علماء ودانشوروں کی نظر میں

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں (پیرومرشد نواب آف بہاولپور)

"اس میں کون سی تعجب کی بات ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ مہدی کی ساری نشانیاں اسی کے مطابق ظاہر ہوں جو لوگوں نے اپنے خیال اور سمجھ کے مطابق اپنے دلوں میں قائم کر رکھی ہے۔ آنحضرت صلعم کے واقعات پر نگاہ ڈالو کہ آپ کے اوصاف اور علامتیں کتب سماویہ میں لکھی ہوئی تھیں اور جب آنحضرت ظاہر اور مبعوث ہوئے تو لوگوں نے بعض نشانیوں کو اپنے خیال اور سمجھ اور فہم کے مطابق نہ پایا۔ پس وہ لوگ جن پر آنحضرت صلعم کا حال کھل گیا وہ ایمان لے آئے اور جن پر حال نہ کھلا، اُنہوں نے انکار کیا۔ یہی حال مہدی کا ہے پس اگر مرزا صاحب مہدی ہوں تو کون سا امر مانع ہے۔" ص ۵۲

حضرت فقیر میاں محمود صاحبؒ

"آپ بلوچستان کے ایک صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ سائل کو بغیر پوچھے جواب دیتے تھے۔ ان ہی بزرگ کا تحریری بیان ہے۔ (ترجمہ) "عرصہ چار سال کا ہوا ہوگا جب لوگوں کی زبان پر یہ قصہ مشہور ہوا کہ شہر پنجاب میں مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ پیدا ہوا ہے، اس فقیر کے دل میں خیال اُٹھا، الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے عجیب انسان پیدا کیا ہے۔ ایک دن جو اسی خیال میں سو گیا، ناگاہ میرے مرشد میاں نور احمد صاحب خواب میں آئے اور فرمایا کہ بلاشک وشبہ یہ آدمی بے حد بابرکت ہے، اور اس سے دین میں زیادتی ہوگی۔ پس اس بات کا اقرار کرنا، انکار نہ کرنا۔

اس کے بعد میں نے خواب میں حضرت عیسیٰ غلام احمد مرزا صاحب کو بھی دیکھا۔"

ماہنامہ نگار لکھنؤ

اگر آپ کا یہ الزام صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت سراسر مکر و فریب تھا تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ یہ بہت بڑا مکر و فریب تھا اور جو شخص اپنے مشن کی بنیاد ہی ایسے کذب و دروغ پر قائم کرے گا وہ یقیناً بڑے پست اخلاق کا مالک ہوگا، اور اُس کی زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو دھوکا دے کر دُنیا کمائے اور عیش و تنعّم کی زندگی بسر کر سکے۔ حالانکہ مرزا صاحب کی زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا، جس سے تاویل بعید کے ذریعہ بھی یہ ثابت ہو سکے کہ وہ خود غرض، مطلب پرست اور طامع انسان تھے۔"

(۱۳) (اپریل ۱۹۶۱ء)

جناب چودھری نذیر احمد خان صاحب وکیل جے پوری

"حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیان نے آریوں سے بطلان میں وہ مصالحہ جمع کر دیا ہے، اگر اب اس کو استعمال کیا جائے تو یہ لوگ بیخ وبُن سے اکھڑ سکتے ہیں۔ میں نہ تو خود احمدی ہوں اور نہ کوئی میرا رشتہ دار احمدی ہے۔ اور نہ ہی میں اس ملک کا رہنے والا ہوں، جہاں احمدیوں کی آبادی ہے لیکن ان کے کام کے طریق، اُن کی سرگرمی، اُن کے اخلاص، ان کی تندہی اور جفاکشی سے کام کرنے کا حالت کا اندازہ کر کے مجبور ہوں کہ تمام علماء اسلام سے کہوں کہ وہ اُن حضرات کی مخالفت چھوڑ دیں۔" (تقریر بمقام جامع مسجد دہلی)

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور مولانا کیفی مرحوم کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرزا غلام احمد کے پیرو کافر ہیں یا نہیں؟ کیا کسی مسلمان کو حق ہے کہ اُن کو مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے سے روکے بیّنوا توجروا۔ (سائل نور محمد، ٹاٹا نگر)

جواب: بلاشبہ اس جماعت کے بعض عقائد صحیح نہیں، ہیں ہم اُن عقائد و مسائل میں انہیں حق پر تو نہیں سمجھتے اور اُن پر اختلاف کرتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُنہیں کافر سمجھا جائے وہ یقیناً مسلمان ہیں اور اُمت اسلامیہ میں داخل اور وہ تمام حقوق رکھتے ہیں جو کسی مسلمان

CHAUDHVIN SADI (URDU MONTHLY)
L.25-A DILSHAD GARDEN DELHI - 110095 PHONE :- 2296616
VOL - 1, ISSUE 11 JANUARY 2001

فردیا جماعت کو شرعاً حاصل ہیں جو شخص انہیں کافر کہتا ہے وہ نہایت سخت خطا کا مرتکب ہوتا ہے اور اسی غلو و تشدد میں مبتلا ہے جو مسلمانوں کے لئے تمام مصیبتوں اور بربادیوں کا باعث ہو چکا ہے عام مسلمان کو چاہئے کہ ایسے مفسدوں کی باتوں پر کان نہ دھریں اور تمام کلمہ گو جماعتوں کے ساتھ اتفاق اور رواداری کا سلوک کریں باقی رہا دوسرا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص ان لوگوں کو مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے سے روکتا ہے وہ سخت گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ ہر مسلمان خواہ وہ کسی فرقہ اور جماعت کا ہو پورا پورا حق حاصل ہے کہ مسجد میں جائے اور خدا کی عبادت کرے۔ کسی مسلمان کو حق نہیں کہ اُس کو روکے، اگر روکے گا تو گناہ اور ظلم کا مرتکب ہوگا۔ ومن اظلم ممّن منع مسجد الله ان یذکر فیها اسمهٔ رابوالکلام احمد کان الله جواب صحیح (مولانا) کیفی۔

اخبار دعوت الاسلام دہلی جلد ۲۔ ۱۴ مجریہ ۲۷ر شوال المکرم ۱۳۴۱ھ

مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی

"احمدی مسلک شریعت محمدیہ کو اس کی قوت اور نشان قائم رکھ کر اس کی مزید تبلیغ واشاعت کرتا ہے خلاصہ یہ کہ بابیت اسلام کے مٹانے کو آئی ہے اور احمدیت اسلام کو قوت دینے کے لئے اور اُسی کی برکت ہے کہ باوجود چند اختلاف کے احمدی فرقہ اسلام کی سچی اور پُر جوش خدمت ادا کرتا ہے جو دوسرے مسلمان نہیں کرتے۔" (رسالہ دلگداز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء)

خواجہ حسن نظامی صاحب

فتویٰ: از درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی، حجرہ خواجہ حسن نظامی۔ تار کا پتہ: خواجگان نئی دہلی، ٹیلی فون نمبر: ۳۲۷۵۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۴۴ء

برادر اسلامی غلام رسول صاحب السلام علیکم!

آپ کا خط پہنچا جس میں آپ کی بستی کے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا ذکر تھا اور آپ نے مجھ سے شرعی مسئلہ دریافت کیا ہے کہ قادیانی لوگوں کا بائیکاٹ کرنا اسلامی شریعت کے بموجب جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں پہلے یہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں خود قادیانی گروہ کے کسی اختلافی عقیدہ کو نہیں مانتا۔ مرزا غلام صاحب کو مسیح موعود اور مہدی نہیں مانتا نہ مجدد مانتا ہوں اور اُن کے سب دعوؤں کو غلط سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد میں یہ لکھتا ہوں کہ جو شخص خدا کو ایک مانے اور محمد ﷺ کو رسول برحق مانے اور قرآن کو خدا کا کلام مانے اور قبلہ رُخ نماز پڑھے وہ مسلمان چاہے وہ شیعہ ہو یا سُنّی ہو، مقلد ہو، بوہرہ ہو یا خوجہ، صوفی ہو یا وہابی ہو، نیچری ہو یا مرزائی ہو وہ مسلمان ہے اور جو شخص مذکورہ چیزوں پر ایمان رکھنے والے مسلمان کو کافر کہے گا وہ اس صحیح حدیث کے بموجب کافر ہو جائے گا مکفر المسلم کافر ترجمہ: جو مسلمان کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا۔ پس جو مولوی مرزائیوں کو کافر کہتا ہے وہ اس حدیث کے بموجب کافر ہو جائیگا اور جو مسجد کا امام مسلمانوں کو کافر کہے گا اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہوگی۔

ہفت روزہ "ہماری زبان" علی گڑھ

"موجودہ زمانہ میں احمدی جماعت نے منظم تبلیغ کی جو مثال قائم کی ہے وہ حیرت انگیز ہے لٹریچر مساجد اور مدارس کے ذریعہ یہ لوگ ایشاء یورپ، افریقہ اور امریکہ کے دُور دُور گوشوں تک اپنی کوششوں کا سلسلہ قائم کر چکے ہیں جس وجہ سے غیر مسلم جماعتوں میں ایک گونہ اضطراب پایا جاتا ہے۔ کاش! دوسرے لوگ بھی ان کی مثال سے سبق لیتے۔" (ہفت روزہ ہماری زبان علی گڑھ ۲۳ر دسمبر ۵۸ء)

ایڈیٹر اخبار "حقیقت" لکھنؤ

"کچھ ملاؤں کے فتوؤں کے باوجود احمدی بہر حال اسلام ہی کا ایک فرقہ ہو اس لئے کہ مسلمان کا ایک اسلامی فرقہ کے عقائد ترک کر کے دوسرے فرقہ کے عقائد قبول کر لینا ایسا جرم نہیں ہے کہ اُس کی سزا سوشل بائکاٹ اور جسمانی یا رُوحانی اذیتوں کی صورت میں پہنچائی جائے پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کی تبلیغ آج سب سے زیادہ منظم اور وسیع پیمانے پر، احمدی جماعت ہی کر رہی ہے۔ وہ جس ڈھنگ سے تبلیغ کر رہے ہیں اُس کو پسند کیا جائے یا نہ کیا جائے مگر یہ واقع ہے کہ آج صرف ایک جماعت ہے جس نے اپنی آپ کو تبلیغ اسلام کے لئے ہمہ تن وقف کر رکھا ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سخت ناانصافی ہے۔"

مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب امیر دیندار انجمن حزب اللہ

"ایک جماعت لاہوری جو مرزا صاحب کو صرف مجدد کہتی ہے اور دوسری جماعت (قادیانی احمدی) ہے جو مرزا صاحب کو ظلی پروازی استعاری نبی کہتی ہے۔ ان ہر دو جماعتوں نے یورپ، امریکہ و افریقہ میں کافی مساجد کی تعمیر بھی کروائی ہے۔ اس سلسلے میں اُن کے ہاں بھی بڑے ایثار و قربانی سے کام لیا جاتا ہے۔" (آئینہ غلبہ اسلام ص ۲۷)

☆☆☆

Printer, Publisher, Mumtaz Alam Printed at Harsha Process & Printers H-12, Mansrover Park Shahdra Delhi
Punblished From L/25A, Dilshad Garden Delhi-110095, Editor Mumtaz Alam Code : 011 Tel:- 2296616